مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جو پھوڑے کی تکلیف تھی۔ وہ پیپ نکل جانے کی وجہ سے خدا کے فضل سے اب کم ہے۔ امید ہے۔ چند روز تک تکلیف بالکل رفع ہو جائیگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت فنز پرائیویٹ سکرٹری غربا۔ مساکین اور یتامیٰ کو موسم سرما کے کپڑے اور لحاف تقسیم کر رہا ہے۔

مولوی محمد یار صاحب مناظرہ کیلئے لائلپور روانہ ہو گئے۔

گورنمنٹ ہند کی مراسلت کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ کی رائے

گورنمنٹ ہند کا سائمن رپورٹ پر تبصرہ سائمن رپورٹ سے بہت اعلیٰ ہے

ایک نمائندہ اخبار سے ملاقات کے دوران میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے سائمن رپورٹ کے متعلق گورنمنٹ ہند کی مراسلت کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا:-

خلاصہ پر رائے کا اظہار خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ سائمن رپورٹ کا خلاصہ جو شائع ہوا تھا۔ اس سے بالکل اور مفہوم نکلتا تھا۔ لیکن رپورٹ پڑھ کر معلوم ہوا۔ کہ سائمن رپورٹ اپنے اندر بہت سی خوبیاں رکھتی ہے۔ پس اسی طرح ممکن ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے مراسلہ کا خلاصہ بھی غلط ہو۔ لیکن چونکہ گورنمنٹ آف انڈیا کے کئی افراد کی اصلی رائے مجھے پہلے سے معلوم ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ خلاصہ اس رائے کے ساتھ مطابقت کھاتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا سائمن کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ خود سائمن رپورٹ سے بہت اعلیٰ ہے کیا نیشنل نقطۂ نگاہ سے اور کیا اقلیتوں کے نقطۂ نگاہ سے۔ یہاں پر گورنمنٹ آف انڈیا نے یہ تسلیم کر کے کہ صوبہ جات کو آزادی

دیگر مرکزی ہندوستانیوں کو مزید اختیارات سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔ ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا حل بہت آسان کر دیا ہے۔ اسی طرح فوج کے مستقبل کے متعلق اس کا بیان گو مشتبہ ہے۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سائمن رپورٹ سے بہت زیادہ اور نسبتاً جلد ہندوستانیوں کو حصہ دینا چاہتی ہے۔ ہندوستان میں سینڈ ہرسٹ کے قیام کے سوال کے متعلق اپنی رائے کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کمانڈر انچیف کے زور دینے کی وجہ سے بعد میں گورنمنٹ آف انڈیا نے کمزور کر دیا ہے۔ لیکن اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ہندوستان کی جنگی اقوام غریب ہیں۔ اور جب تک یا تو ہندوستان میں سینڈ ہرسٹ قائم نہ ہوا یا جنگی اقوام کے لڑکوں کو سرکاری وظائف پر سینڈ ہرسٹ میں تعلیم نہ دلوائی گئی۔ تو ہندوستان کی افواج کی وفاداری کی روح کمزور ہو جائے گی۔ اور ہندوستان کی حفاظت بھی خطرہ میں پڑ جائیگی کیونکہ محض امارت اور تعلیم کسی شخص کو فوجی خدمت کا اہل نہیں بنا سکتی۔ اور ایک صدی سے ہندوستان کی حفاظت میں خون بہانے والی اقوام کبھی بھی اس پر مطمئن نہ ہو سکیں گی۔ کہ اعلےٰ عہدے ان کی جگہ ان ہندوؤں کو دیئے جائیں۔ جو اس وقت تک کرسی پر بیٹھے اپنی قلم کے ذریعہ سے حکومت کر رہے تھے۔

اقلیتوں کا سوال گو پوری طرح حل نہیں ہوا۔ لیکن نارتھ ویسٹرن صوبہ سرحدی کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا کا ڈسپیچ سائمن رپورٹ سے بہت ترقی یافتہ ہے۔ اور مسلمانوں کو حکومت ہند کا ممنون ہونا چاہیئے۔ کہ اس نے اس سوال کے حل کو بہت ممکن بنا دیا ہے۔ سندھ کے متعلق مسلمانوں کی پوزیشن وہی رہی ہے۔ جو سائمن رپورٹ کے وقت تھی۔ لیکن پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نمایندگی کے سوال کے متعلق بھی گورنمنٹ آف انڈیا نے گو کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی۔ لیکن اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ کہ اگر ان دونوں صوبوں میں مسلمانوں کو کثرت نہ دی گئی۔ تو مسلمانوں کی شکایت بجا ہوگی۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی اکثریت کے حق کو اس سے پہلے گورنمنٹ نے تسلیم نہیں کیا۔ اور یہ ایک بہت بڑی کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے۔ اور اس رائے کے اظہار کے بعد راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں ان کے لئے اپنے حق کو منوانا بہت آسان ہو گیا ہے۔ اس کی رائے عورتوں کے حق رائے دہندگی کے متعلق بھی مسلمانوں کے مطالبہ کو ایک حد تک پورا کرتی ہے۔ ایک بات جو اس رپورٹ سے ظاہر ہے۔ یہ ہے۔ کہ انگریز اقلیت اس امر کو محسوس کر چکی ہے۔ کہ ان کی حفاظت مسلم اقلیت کے ساتھ مل کر ہی ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس روح کو ترقی ملی۔ تو یقیناً ملک کی فضاء اچھی ہو جائیگی۔ اور وہ دن دور نہ ہوگا۔ جب اکثریت کے وہ افراد غالب آ جائیں گے۔ جو اقلیتوں سے انصاف کرنے کے حق میں ہیں۔ اور ہندوستان کا مستقبل اچھا ہو جائیگا۔

مجھے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ کہ اصولی طور پر گورنمنٹ آف انڈیا کی رائے مرکزی حکومت کے انتظام کے متعلق میری رائے سے جو میں نے اپنی تازہ کتاب سائمن رپورٹ پر [illegible] ملتی ہے۔ (چوہدری ظفر اللہ خان۔ قادیان [illegible])

مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

مانکسم کی جماعت میں ترقی

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مانکسم کی جماعت نے پچھلے دنوں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ مانکسم سالٹ پانڈ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ قصبہ گولڈ کوسٹ میں خاص طور پر مشہور رہا ہے۔ انگریزوں کے آنے سے پہلے تمام فینٹی لوگوں کا بادشاہ مانکسم میں رہتا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے۔ کہ قرون وسطیٰ میں جب گولڈ کوسٹ کے موجودہ باشندوں کے آباؤ اجداد وسط افریقہ سے مغربی ساحل کی طرف بڑھے۔ تو پہلے پہل مانکسم میں ہی قیام کیا۔

اب بھی اگرچہ فینٹی لوگ مختلف صوبجات میں منقسم ہو چکے ہیں۔ مانکسم کے سلطان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں کی جماعت کے امیر برادرم یوسف صاحب۔ مولانا نیر صاحب کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ جماعت کی تعداد قریباً ۲۰ تھی میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں۔ کہ یہاں کے اصحاب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں خط لکھتے رہیں۔ تاکہ گولڈ کوسٹ کی جماعت بھی خلافت کی برکات سے مستفید ہوتی رہے۔ خصوصاً جماعتوں کے امراء۔ امیر یوسف صاحب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھتے رہتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ یہ حضور کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ امیر یوسف صاحب کے ذریعہ نہ صرف پرانے احمدی غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ بلکہ ۳۰ کے قریب نئے احمدی جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹے سے گاؤں کا ادمین (سلطان) ہے

غیر مسلموں کو تبلیغ

مانکسم کا ادمین لیجسلیٹو کونسل کا ممبر ہے۔ اور پراونشل کونسل کا پریذیڈنٹ۔ خاکسار نے ۱۲ ستمبر کو مانکسم میں ایک پبلک لیکچر دیا۔ جس میں ادمین صاحب مع اپنے سرداروں کے شامل ہوئے۔ لیکچر کے بعد ادمین نے خود بہت سے سوالات کئے۔ کئی بت پرستوں اور عیسائیوں نے بھی سوالات کے ذریعہ تبلیغ کا مزید موقعہ پیدا کر دیا۔ ادمین کے سرداروں میں سے دو احمدی ہو چکے ہیں۔ جن میں ایک ادمین کا نائب ہے۔ یہاں یہ رواج ہے۔ کہ جب کوئی شخص ادمین سے گفتگو کرنا چاہے۔ تو نمایندہ (Spokesman) کی معرفت گفتگو کر سکتا ہے۔ سلسلہ میں نئے داخل ہونے والوں میں ایک خواندہ نوجوان بھی ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں خدمت دین کی توفیق دے:

غیر مبایعین کی شرارتیں

ہمارے احباب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی سادگی پر یقیناً تعجب کرینگے۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ صاحبان یہ شور مچاتے ہیں۔ کہ اسلام میں اختلافات کا ذکر عیسائی ممالک میں تبلیغ کے لئے سخت مضر ہے۔ اور دوسری طرف غیر ممالک کے نومسلمین کو اختلافی مسائل کے متعلق خفیہ طور پر زہریلا لٹریچر بھیج رہے ہیں۔ حال ہی میں ہمارے ایک معزز احمدی کو جماعت احمدیہ کے خلاف ٹریکٹ اور کتابیں بھیجی گئیں۔ جن میں بزعم خود یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح بھی ہیں۔ اور مہدی بھی لیکن نبی نہیں۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ طالب علمی کے زمانہ میں مجھے ایک دفعہ ایک دوست کے ہمراہ جناب مولوی صاحب سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملا۔ آنجناب نے ہمیں نیا شکار سمجھ کر خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء کی تفسیر سنانا شروع کر دی۔ بہت دیر تک یہ تفسیر جاری رہی۔ جب آپ نے قصہ ختم کیا۔ تو میں نے نہایت انکسار سے عرض کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں۔ انی خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء مہربانی کر کے اس کی تفسیر بھی فرما دیجئے۔ آپ فوراً ناراض ہو کر فرمانے لگے۔ تمہیں گفتگو کرنے کی تمیز نہیں۔ میں نے اصرار کیا۔ مگر آپ نے جواب نہ دینا تھا۔ نہ دیا۔ مولوی صاحب کو اوائل میں یہ خیال تھا۔ کہ خاتم النبیین وغیرہ کی الٹی سیدھی تفسیر کرنے سے عام مسلمان ان کا ساتھ دینگے۔ ہندوستان میں تو مسلمانوں کی طرف سے انہیں لا الیٰ ھٰؤلاء ولا الیٰ ھٰؤلاء کا خطاب ملا۔ اب آپ مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگر اس سے بدتر نہیں۔ تو ایسا ہی خطاب یہاں سے بھی ان کو ملیگا۔ والسلام

(خاکسار:۔ نذیر احمد مبلغ اسلام سالٹ پانڈ گولڈ کوسٹ)

چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق اعلان

بعض وجوہات پر نظر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ کرم ۲۵ نومبر تک چندہ خاص و چندہ جلسہ سالانہ کی رقوم کے لئے توسیع فرمائی ہے۔ جو الفضل کی متعدد اشاعتوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اب احباب کی آگاہی کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ جو جماعتیں ۲۵ نومبر تک چندہ خاص و چندہ جلسہ سالانہ کی رقوم اپنے ڈاکخانہ میں دیکر رسید حاصل کر لینگی۔ انکا نام بھی ادا کرنیوالی جماعتوں کی فہرست میں شامل ہو جائیگا۔ چندہ خاص و جلسہ سالانہ بجٹ کے متعلق انجمنوں کو فرداً فرداً اطلاع دیجا چکی ہے۔ جس جماعتوں کو علم ہے کہ کسقدر رقم ادا کرنی ہے۔ کسقدر ادا کی جا چکی ہے اور کسقدر باقی ہے۔ (قائم مقام ناظر بیت المال قادیان)

درخواست دعا:۔ ہمارا جائداد کا مقدمہ بنام مہاراجہ صاحب جموں کشمیر ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ احباب ملک کامیابی کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ (خاکساران۔ حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ۔ معراج الدین عمر۔ عبد المجید وغیرہ:)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۶۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۰ء | جلد ۱۸

ہندوستان کے آئندہ نظم و نسق کے متعلق حکومت ہند کی مراسلت

سائمن کمیشن کی رپورٹ کے متعلق حکومت ہند نے جو یادداشت مرتب کر کے حکومت برطانیہ کو بھیجی ہے۔ اس کا سرکاری طور پر مہیا کردہ ملخص اخبارات میں شائع ہوگیا ہے۔ اگرچہ اس کی بنا پر اصل مراسلت کے تمام پہلوؤں کے متعلق صحیح اندازہ لگانا اور ان کا درست مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔ تاہم جو کچھ اس خلاصہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کا سائمن رپورٹ پر تبصرہ کئی لحاظ سے سائمن رپورٹ کی نسبت نہ صرف تمام اہل ہند کے لئے بلکہ اقلیتوں کے لئے بھی بہتر ہے۔

گورنمنٹ ہند نے جن حالات اور واقعات کو اپنی سفارشات کی بنا قرار دیا ہے۔ اور اپنے ذاتی تجربہ اور مسلسل پوری واقفیت کے لحاظ سے جن کے ذکر کرنے کی سائمن کمیشن کی نسبت گورنمنٹ ہند زیادہ اہل ہے۔ ان کی وجہ سے اہل ہند کے مطالبات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ اور آخری فیصلہ کرنے والوں کو ان کا ضرور خیال رکھنا پڑیگا

گورنمنٹ ہند نے اپنی یادداشت میں سب سے پہلے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے متعلق بحث کرتے ہوئے صفائی کیساتھ تسلیم کیا ہے۔ کہ

”ملک کی اقتصادی ترقی اور تعلیم کے نشوونما اور ارتقار سے خودداری کا احساس پیدا ہوگیا ہے۔ اور مساوات کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ قوم پرست خود اختیاری حکومت اور درجہ نوآبادیات مانگ رہے ہیں۔ سول نافرمانی کی تحریک نے قوم پرستوں کی قوت اور ضعف کو آشکارا کر دیا ہے۔ تمام طبقوں کے تعلیم یافتہ ہندوستان کے ساتھ ہیں۔ جو عملاً شریک نہیں ہیں۔ وہ بھی تہِ دل سے ان مقاصد کے حامی ہیں۔ اقلیتیں بھی بڑی حد تک وسیع تر مقاصد کے ساتھ ہمدردی رکھتی ہیں۔ لیکن اگر مظاہروں کی ضرورت ہو۔ تو ان کے دل میں خود مختار ہندوستان کے اندر اپنی پوزیشن کے متعلق تشویش پیدا ہوجاتی ہے۔ لہذا وہ اپنے حقوق اور مفاد کی حفاظت پر متوجہ ہو رہی ہیں“

یہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت کا بالکل صحیح نقشہ ہے۔ اور اس سے قدرتی طور پر وہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جو گورنمنٹ ہند نے اپنی یادداشت میں ان الفاظ پیش کیا ہے۔ کہ

”محکوموں کی خاموش رضامندی سے کام لینے کا وقت گذر چکا ہے“

اور اس کے بعد یہ مشورہ پیش کیا ہے۔ کہ

”نئے نظام کے لئے ضروری ہے۔ کہ لوگ رضا کارانہ اس کی حمایت کریں۔ ہماری رائے میں وقت آگیا ہے۔ کہ ہم امپیریل پالسی کے وسیع مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے دستور اساسی کے کسی ایسے حل پر پہنچیں۔ جس میں ان تمام خیالات و عزائم کے لئے معقول گنجایش موجود ہو۔ جو آج ہندوستان میں حرکت پیدا کر رہے ہیں“

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ حکومت ہند نہ صرف اہل ہند کے موجودہ خیالات و عزائم کو خاص اہمیت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ بلکہ ان کو پورا کرنے کی ہمدردانہ اور مخلصانہ خواہش بھی رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حکومت ہند نے جو سفارشات پیش کی ہیں۔ وہ سائمن کمیشن کی سفارشات کی نسبت اہل ہند کے لئے زیادہ پرمنفعت ہیں۔

سائمن رپورٹ میں اگرچہ یہ تسلیم کیا گیا تھا۔ کہ ”صوبوں کو اندرونی طور پر خود اختیاری حکومت دیدی جائے“ لیکن مرکزی حکومت کے اختیارات کے متعلق یہ کہکر خاموشی اختیار کر لی گئی تھی۔ کہ ”اس وقت مرکزی حکومت کے لئے کوئی مفصل نظام تیار کرنے کی ضرورت نہیں“

اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ ہند نے جہاں یہ سفارش کی ہے۔ کہ ”صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دیدی جائے“ وہاں مرکزی حکومت میں ہندوستانیوں کو مزید اختیارات دینے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”مرکزی حکومت کو نہ تو کامل خود اختیاری حکومت عطا کرنا ممکن ہے۔ نہ خالص غیر ذمہ واری۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ واضح ہو جانا چاہیئے کہ انگریز ہندوستان میں کن مقاصد کے لئے تحفظات چاہتے ہیں۔ ان مقاصد کے سوا ہندوستان کی مرکزی حکومت کو پوری آزادی حاصل ہونی چاہیئے“

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت کو خاص تحفظات کے سوا بقیہ معاملات میں پوری آزادی دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ اور اس سے ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے حل میں بہت کچھ آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

دوسرا اہم مسئلہ جس پر گورنمنٹ ہند نے سائمن کمیشن کی نسبت اہل ہند کے متعلق زیادہ فراخدلی سے کام لیا ہے۔ وہ فوج کا مسئلہ ہے۔ اگرچہ سائمن کمیشن نے اپنی رپورٹ کے پہلے حصہ میں اس کے متعلق ہمدردانہ اظہار رائے کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ

”ایک اہم مسئلہ یہ ہے۔ کہ برطانیہ اس بات کا ثبوت دے۔ کہ وہ فوج میں اس قسم کی تبدیلیاں کرنے میں امداد دینے کا عملی طور پر آرزومند ہے۔ کیونکہ آخری منزل کا حصول جس کے بغیر ہندوستانی سیاست دان مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ضروری ہے۔ یہ یقین نہیں کیا جا سکتا۔ کہ برطانیہ میں بھرتی کی گئی فوجیں جن کے افسر بھی برطانی ہوں۔ آیندہ ہندوستان میں صرف مالی فائدہ کی غرض سے رہیں گی۔ ان افواج کا آخری اقتدار ہندوستانی وزرائے جنگ کے ہاتھ میں ہوگا۔ یا ایسی ہندوستانی کابینہ کے ماتحت ہوگا۔ جسے اسمبلی منتخب کریگی۔ ہندوستانی قوم پرست ہندوستان کی آئینی ترقی کے سلسلہ میں ہندوستان کے فوجی مسئلہ کو زیادہ اہمیت دینے میں حق بجانب ہیں“

اس سے بجا طور پر یہ توقع پیدا ہوئی تھی۔ کہ سائمن کمیشن اپنی رپورٹ کے سفارشات کے حصہ میں اہل ہند کو فوج کے متعلق کافی حصہ دینے اور فوجوں کو ہندوستانی رنگ میں رنگنے کی سفارش کریگا۔ لیکن یہ توقع درست نہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ سائمن کمیشن نے اس بارے میں کوئی ایسی سفارش نہ کی۔ جو اہل ہند کو فوج میں مزید اختیارات دینے کا موجب ہوتی۔ بلکہ یہ لکھا کہ

”کمشنروں کے سامنے جو شہادتیں دی گئی ہیں۔ ان سے غیر مشتبہ طور پر واضح ہوتا ہے۔ کہ حفاظت ہند کی ذمہ دار فوج میں سے کافی مدت تک موثر برطانوی عنصر کو حذف نہیں کیا جا سکتا ہندوستانی فوج کے سپاہی تمام قوموں میں سے نہیں لئے جاتے۔ بلکہ خاص فوجی اقوام سے لئے جاتے ہیں۔ جو قبل ازیں ہندوستان پر حکمران تھیں۔ اس لئے غیر برطانوی فوج کی کمان ان کے حوالے کرنا مشکل ہے۔ آہستہ آہستہ کوشش کی جائے۔ کہ ایک خالص ہندی فوج مرتب ہو جائے۔ لیکن انگریزوں کے بجائے فی الفور ہندوستانی افسروں کا تقرر سخت عملی مشکلات سے لبریز ہے“

اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ ہند نے اپنے مراسلہ میں جو اظہار رائے کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اہل ہند کو فوج میں سائمن کمیشن کی نسبت زیادہ اور نسبتاً جلد حصہ دینے کی حامی ہے۔ اس نے اپنی مراسلت میں فوج میں ہندوستانی عنصر بڑھائے جانے کے سوال پر مفصل بحث کی ہے۔ اور تفصیل کے ساتھ اظہار

خیال کرتے ہوئے اس سوال کو بے حد اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے۔

"ہمیں عوام کو یقین دلانا ہوگا۔ کہ ہماری پالیسی سیدھی۔ صاف اور سچی ہے۔ اور ہم فوج میں ہندوستانی عنصر داخل کرنے کے سوال پر سچے دل سے غور کر رہے ہیں۔ بلکہ اس ضمن میں ہماری کوششیں بہت حد تک کامیاب ہو چکی ہیں۔ اور بہت جلد ہم اپنے مقصد کو حاصل کر لیں گے۔ ہندوستانیوں کے لئے فوجی کالج کھولنے کے سوال پر بھی پورے طور پر غور کیا گیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بھی ہم نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اور ہندوستانی فوج کو اعلےٰ جنگی تعلیم دینے کا انتظام کر لیا گیا ہے"۔

سائمن کمیشن نے فوجی مسئلہ کے متعلق اہل ہند کو اس قدر مایوس کن جواب دیا تھا۔ کہ لکھدیا تھا۔

"ایک طرف ہندوستانی اور شاہی مفاد کا سوال ہے۔ دوسری طرف خطرات ہیں۔ تیسری طرف فوج کی ہیئت ترکیبی ہے۔ لہذا پارلیمنٹ اس باب میں ذمہ داری سے ہاتھ نہیں دھو سکتی اگست ۱۹۱۷ء کا اعلان اپنے تمام متعلقات کے ساتھ بجا ہے۔ برطانوی قوم یا برطانوی پارلیمنٹ اس سے انحراف کا کوئی خیال نہیں رکھتی لیکن برطانی عنصر کو مدنظر رکھتے ہوئے فوج کو ان وزراء کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ جو کسی منتخب مجلس کے روبرو ذمہ دار ہوں ایسی حوالگی اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ ہندوستانی فوج پر کوئی برطانی افسر موجود نہ ہو۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ یہ وقت کب آئے لیکن یہ واضح ہے۔ کہ کئی سال تک اس کی آمد کا کوئی امکان نہیں"

اس بیان میں نہ صرف اہل ہند کو فوج میں زیادہ حصہ دینے کی نفی کی گئی۔ بلکہ یہ بھی قرار دے دیا گیا۔ کہ ایک غیر معین عرصہ تک ایسا وقت آنے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ ہند نے اگرچہ صفائی کے ساتھ معاملہ کو پیش نہیں کیا۔ اور فوجی مسئلہ کو غیر معمولی اہمیت سائمن کمیشن کی اس کے متعلق سخت مخالفانہ رائے۔ اور برطانوی اہل الرائے کے اس وقت کے رجحان کے لحاظ سے یہ بہت مشکل بھی تھا۔ تاہم گورنمنٹ ہند نے اپنے مراسلہ میں اس معاملہ کو غیر معین عرصہ تک ناقابل عمل قرار دینے کی بجائے یہ لکھا ہے کہ

"ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہندوستان کو آہستہ آہستہ اس قابل بنایا جائے۔ تاکہ وہ اپنی حفاظت کے لئے بھاری ذمہ داریوں میں حصہ لے سکے۔ اور تمام بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا سکے۔ ہم خود یہ چاہتے ہیں۔ کہ اس مقصد کی فوری تکمیل ہو۔ اور وہ دن جلد آئے۔ جب ہندوستان اپنی ذمہ داریوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ لکھنے میں عار نہیں۔ کہ اگر اس مقصد کی فوری تکمیل کے لئے کوئی بہترین اور موثر تجویز ہمارے سامنے پیش کی جائے۔ تو ہم بڑی خوشی کے ساتھ اس پر عمل کریں گے"

یہ بیان یقیناً سائمن کمیشن کی رائے کی نسبت بہتر ہے۔ اس میں نہ صرف گورنمنٹ ہند نے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ وہ یہ چاہتی ہے۔ کہ ہندوستان اپنی حفاظت کی بھاری ذمہ داریوں میں حصہ لینے اور تمام بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانے کے مقصد کی جلد سے جلد تکمیل ہو۔ بلکہ اس مقصد کی فوری تکمیل کے لئے اگر کوئی بہترین اور موثر تجویز پیش کی جائے۔ تو اس پر بڑی خوشی کے ساتھ عمل کرنے کے لئے تیار ہوگی۔

پس ان حالات میں یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کی مراسلت میں سائمن رپورٹ کی نسبت ہندوستانیوں کو زیادہ حقوق اور اختیارات دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ جس کے لئے اہل ہند کو ہز ایکسیلنسی لارڈ اردن وائسرائے ہند کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

اگلے پرچہ میں ہم مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ سے بتائیں گے۔ کہ ان کے حقوق اور مفاد کا گورنمنٹ ہند کی مراسلت میں سائمن رپورٹ سے کس طرح زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔

ہندوؤں کی جات پات توڑک کمیٹی

اچھوت اقوام کو باوجود ان کی سخت مخالفت اور انکار کے ہندو اپنی تعداد میں شامل کرنے کے لئے جو جتن کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک جات پات توڑ تحریک بھی ہے۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے جس قدر کوشش ہو رہی ہے۔ اس کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ "جات پات توڑک مردم شماری کمیٹی" کے عہدہ داران کا جو انتخاب حال ہی میں ہوا ہے۔ اس میں سر پی سی رائے کلکتہ کو صدر اور بھائی پرمانند۔ مہاتما ہنسراج۔ پروفیسر روچی رام۔ مہاشہ کرشن۔ بابو بھگوان داس۔ شری نارائن سوامی۔ ڈاکٹر سر ہری سنگھ گوڑ۔ مسٹر کے نتر جن۔ ای۔ وی راما سوامی کو نائب صدر تجویز کیا گیا ہے۔ گویا ہندوؤں کے تمام بڑے بڑے لیڈر اور ہر حصہ ملک کے راہنما اس تحریک میں شامل ہو گئے ہیں۔ لیکن افسوس کہ مسلمان بالکل غافل ہیں۔ اور انہوں نے اچھوتوں کو ہندوؤں کے چنگل سے چھڑانے کے لئے تا حال کوئی انتظام نہیں کیا۔

اچھوت اقوام کی مردم شماری اور مسلمان

ہم مردم شماری کے متعلق اظہار خیالات کرتے ہوئے کئی بار مسلمانوں کو توجہ دلا چکے ہیں۔ کہ وہ نہ صرف مردم شماری کے کاغذات میں اپنی تعداد درست اور صحیح درج کرانے کا پورا پورا انتظام کریں بلکہ وہ اقوام جو ہندو نہیں کہلاتیں۔ اور ہندوؤں سے بالکل علیحدہ رہنا چاہتی ہیں۔ ان کو بھی ہر طرح امداد دیں۔ اسی پرچہ میں لالہ دیودیال صاحب سکرٹری آدی اچھوت جاتی سبھا کا ارسال کردہ جو مضمون درج کیا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اقوام کس درجہ ہندوؤں سے نالاں ہیں۔ اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنی تعداد علیحدہ شمار کرانے پر کتنا زور دے رہی ہیں۔ چونکہ ہندو عرصہ سے ان پر قابض چلے آتے ہیں۔ اور اب بھی اپنے قبضہ کو ڈھیلا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس لئے آدی اچھوت اقوام بے حد امداد کی محتاج ہیں۔ اور مسلمانوں کو اس سے قطعاً دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس میں نہ صرف ان پسماندہ اور ہندوؤں کی کچلی ہوئی اقوام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے سے انسانیت کی بہت بڑی خدمت کا ثواب مضمر ہے۔ بلکہ ہندو اپنی کثرت کے جس گھمنڈ میں اقلیتوں کے حقوق غصب کئے بیٹھے ہیں۔ وہ بھی ٹوٹ جائیگا۔ پس مسلمانوں کو اپنا حرج کر کے اور تکلیف اُٹھا کر بھی اچھوت اقوام کی امداد کرنی چاہیئے۔

جُوتوں کی دوکان کا افتتاح ویدمنتروں سے

کیا ہی عجیب انقلاب ہے۔ کہ وہ ہندو جو چمڑے کو چھُونا بہت بڑا پاپ سمجھتے تھے۔ اور جن کے نزدیک چمڑے کا استعمال گئو کشی میں اضافہ کرنے کا موجب ہوتا تھا۔ وہ اب نہ صرف بڑی خوشی سے ہر وہ چیز استعمال کر رہے ہیں۔ جو چمڑے سے بنتی ہے۔ بلکہ ان اشیاء کے تیار کرنے کے لئے کمپنیاں جاری کر رہے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ ایسی کمپنیوں کا افتتاح بڑے بڑے مہاتما کرتے۔ اور وید منتر پڑھے جاتے ہیں۔ چنانچہ حال میں بھلہ شو کمپنی کی افتتاحی رسم کی ادائگی کے متعلق جو خبر ہندو اخبارات نے شائع کی ہے۔ وہ یہ ہے۔

"۱۴ر نومبر ٹھنڈی سڑک پر دیال سنگھ ٹرسٹ بلڈنگ میں مہاتما ہنسراج جی نے بھلہ شو کمپنی کی افتتاحی رسم ادا کی ہون اور وید منتروں کے بعد مسٹر دھنی رام بھلہ نے مختلف درسگاہوں کے لئے مبلغ پندرہ سو روپیہ دان دے دیا"

(پرتاپ ۱۶ر نومبر)

ایک ہندو کا جوتوں کی دوکان کھولنا۔ ایک "مہاتما" کا اپنے ہاتھوں اس کا دھوم دھام سے افتتاح کرنا۔ اور جوتوں کی دکان کو بابرکت بنانے کے لئے وید منتروں کا پڑھا جانا بہت سے معزز شہریوں کا اس رسم میں شریک ہونا ہندوؤں کے مذہبی خیالات میں عظیم انقلاب کا ثبوت نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ہندو صاحبان روپیہ کمانے کے لئے اپنے مذہب کی مقدس سے مقدس رسوم کو بھی پس پشت ڈال دینے میں نہایت بے باک ہو رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ساری دنیا کو ویدک دھرم کا پیرو بنانے کا دعوےٰ رکھتے ہیں۔ جو لوگ خود ویدک دھرم کا اسطرح ملیا میٹ کر رہے ہوں۔ وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک دن ویدک دھرم کا صفایا ہو جائیگا۔ لیکن یہ کہ دنیا ویدک دھرم کو مان لیگی۔ یہ تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا ۔

فلسطین کے گاؤں کبابیر میں ایک تاریخی مباحثہ

جب میں دمشق سے حیفا پہونچا۔ اور لوگوں کو سلسلہ حقہ کے متعلق علم ہوا۔ اور مشائخ نے دیکھا۔ کہ لوگ متاثر ہو رہے ہیں۔ تو شیخ کامل قصاب سے جو ان میں ایک مشہور لیکچرار شمار کیا جاتا تھا۔ میرا مباحثہ قرار پایا۔ جو دو روز تک ہوا۔ جس میں اسے سخت ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر اس کے بعد ڈیڑھ سال تک کسی مولوی نے مباحثہ کی تمنا نہ کی۔ آخر انہوں نے المجلس الاسلامی الاعلیٰ کو لکھکر قدس سے ایک مولوی مراد الاصفہانی منگوایا۔ جس نے لیکچروں میں ہمارے خلاف زہر اگلا۔ اس سے مباحثہ کے لئے خط و کتابت ہوئی۔ مگر اس نے ہماری معقول پیش کردہ شرطوں کو نامنظور کیا۔ اور جب ہم نے اس کی بعض شروط کو قبول کر لیا۔ تو اس نے انہیں بھی بدل دیا۔ اس خط و کتابت میں جو جماعت احمدیہ حیفا اور جمعیۃ الشبان المسلمین حیفا کے درمیان پانچ چھ روز تک ہوئی۔ مباحثہ کی شروط کے متعلق کامل بحث ہوئی۔ جو انشاء اللہ فلسطین میں احمدیت کی تاریخ میں بطور یادگار رہیگی۔ اس کے بعد مسلمانوں اور یہود میں فساد ہو گیا۔ اور میں دسمبر ۱۹۲۹ء میں چھ ماہ کے لئے مصر آ گیا۔ پھر مئی میں واپس گیا۔ تو کبابیر گاؤں کے ۱۱۲ نفوس میں سے ۷۵ نفوس احمدیت میں داخل ہو گئے۔ چونکہ یہ لوگ بلحاظ نیکی و تقوٰی و امانت و دیانت حیفا اور اردگرد کے دیہاتوں میں مشہور تھے۔ اس لئے پھر مشائخ میں جوش پیدا ہوا۔ مگر کسی کو مباحثہ کے لئے جرأت نہ ہوتی تھی میں ماہ اگست میں اہل کبابیر کی درخواست پر ان کے پاس ہی جا رہا۔ ایک روز شام کے وقت خطیب جامع مسجد اور رئیس الجمعیۃ الاسلامیہ اور ایک شخص جس نے اپنا سر منہ لپیٹا ہوا تھا پہنچے۔ وہ درحقیقت مراد الاصفہانی تھا جسے شرق الاردن کا ایک امیر بتایا گیا۔ اُس کے آنے کی غرض یہ تھی۔ کہ وہ اپنے سامنے میری باتیں سُنے۔ اور دیکھے کہ آیا وہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ رئیس الجمعیۃ الاسلامیہ نے مجھ سے بہت سے سوالات کئے۔ جن کے میں نے جوابات دیئے۔ اور آخر کار متعجب ہو کر کہنے لگا۔ آپ نے یہ تمام علوم اور عربی زبان کہاں سیکھی ہے۔ میں نے کہا۔ قادیان میں۔ پھر مدرسہ احمدیہ کے نظام کے متعلق بتایا۔ دو گھنٹہ تک گفتگو کر کے واپس چلے گئے۔ راستے میں جو احمدی اُن کے ساتھ ہو گئے۔ اُن سے مراد اصفہانی کے متعلق کہا گیا۔ کہ یہ عیسائی ہے۔ اور اُس نے خوب اناجیل کا مطالعہ کیا ہُوا ہے۔ جن سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا مگر دوسرے دن حیفا کے احمدیوں نے خبر بھیجی کہ آپ کے پاس کل مراد الاصفہانی اور فلاں شخص آئے تھے۔ اُس کے بعد اُس کے لئے کبابیر میں آنا سخت مشکل ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو شرق الاردن کا ایک رئیس اور عیسائی کہا تھا۔ نیز اس نے یہ بھی سمجھ لیا۔ کہ مباحثہ کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ اس لئے وہ بھی واپس قدس چلا گیا۔

اُس کے بعد محمد شنقیطی مغربی کو جو بہت مدت تک مکہ مکرمہ میں درس دیتے رہے۔ اور مصر میں بھی اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مصر سے بلوایا۔ اور پھر ۲۴ اگست کو اُسے نیز عوام اور علماء کا ایک بڑا گروہ جس میں قاضی حیفا بھی تھا۔ لیکر ایک بجے کے قریب کبابیر پہونچ گئے۔ جن کے بیٹھنے کے لئے گاؤں سے باہر خرنوب کے درختوں کے نیچے چٹائیاں بچھا دی گئیں۔ اور گدیلے وغیرہ بچھا دیئے گئے۔ چونکہ اُن کے ساتھ بہت سے اوباش لوگ بھی تھے۔ اس لئے احمدیان کبابیر کی رائے تھی۔ کہ اُن سے گفتگو نہ کی جائے۔ اور اتفاقاً اُن کے آنے سے ایک گھنٹہ قبل مجھے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے میرے برادر مرحوم بشیر احمد کے وفات پا جانے کا تار ملا تھا۔ چونکہ میں چند روز کے بعد مصر آ جانے والا تھا اس لئے ضروری سمجھا۔ کہ اُسی روز اُن سے مباحثہ کر لیا جائے۔ تا بعد میں یہ نہ کہہ سکیں۔ کہ دیکھو۔ ہم اُن سے مُباحثہ کے لئے گئے۔ مگر وہ گھر سے ہی نہ نکلے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا کر کے میدان مباحثہ میں چلے گئے۔ اور فریقین آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ اس وقت میرے اور اُن کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ خلاصۃً بطور مکالمہ درج ذیل کرتا ہوں۔

شمس:۔ آپ کے یہاں تشریف لانیکی کیا غرض ہے۔

قاضی:۔ ہم آپ سے اس دعوت کے متعلق کچھ سننا چاہتے ہیں۔ جس کی طرف آپ لوگوں کو بُلاتے ہیں۔

شمس:۔ میں تو اڑھائی سال سے حیفا میں تھا۔ پہلے آپ کو یہ خواہش کیوں نہ ہوئی۔

شنقیطی:۔ ہم نے سُنا ہے۔ کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔

شمس:۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو ہماری دعوت کے متعلق پورا علم ہے۔ جبھی تو آپ گمراہ کرنے کا الزام دے رہے ہیں۔ اس اثناء میں قاضی بولنے لگا۔ میں نے کہا۔ آپ ایک شخص کو گفتگو کے لئے معین کریں۔

قاضی:۔ پہلے کچھ دیر تک میں آپ سے گفتگو کرونگا۔ جو مباحثہ کے لئے بطور تمہید ہوگی۔ اور اصل مناظر محمد شنقیطی ہونگے۔

شمس:۔ بہت اچھا فرمایئے۔

قاضی:۔ آپ احمد قادیانی کو کیا خیال کرتے ہیں۔

شمس:۔ میرا اعتقاد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اس زمانہ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اور وہ وہی موعود ہے جس کے متعلق پہلے سے احادیث وغیرہ میں خبر دی گئی تھی۔ اور عیسےٰ علیہ السّلام وفات پا چکے ہیں۔

قاضی:۔ تب آپ انہیں رسُول خیال کرتے ہیں۔

شمس:۔ آپ کے نزدیک رسُول کسے کہتے ہیں۔ اور کیا رسُول اور نبی میں کوئی فرق ہے؟

قاضی:۔ رسُول اسے کہتے ہیں۔ جس پر نئی شریعت نازل ہو۔ اور اُس کی تبلیغ کے لئے مامور ہو۔ اور نبی وہ ہے جسے شریعت بذریعہ وحی دی جائے۔ مگر وُہ اس کی تبلیغ کے لئے مامور نہ ہو۔

شمس:۔ میں ان معنوں کے لحاظ سے انہیں رسُول نہیں مانتا۔ کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے ہیں۔ بلکہ میں انہیں خادم شریعت اسلامیہ یقین کرتا ہوں۔ میرے نزدیک نبی اور رسُول کا مصداق ایک ہی شخص ہوتا ہے۔ اور جو فرق آپ نے نبی اور رسُول میں کیا ہے۔ میں صحیح نہیں خیال کرتا۔

قاضی:۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ اور رسُول اللہ نے فرمایا ہے۔ لن تجتمع امتی علی ضلالۃ۔

شمس:۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے من ادعی الاجماع فھو کاذب اور حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ سب امت محمدیہ گمراہ نہیں ہو سکتی۔ ضرور ہے۔ کہ ایک فرقہ حق پر رہے۔

قاضی:۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ اجماع کیا ہوتا ہے؟

شمس:۔ خوب جانتا ہوں۔ اصُول فقہ میں اُس کی تعریف یہ ہے۔ کہ ایک زمانہ کے علماء کی اکثریت اگر ایک بات پر اتفاق کر لے تو وُہ اُن کا اجماع کہلائیگا۔ مگر ایک زمانہ کے علماء نہ کبھی اکٹھے ہوئے۔ اور نہ اُن کی آراء لیکر کسی بات پر اجماع ہُوا ہے۔

قاضی:۔ سب علماء نے یہ فرق کیا ہے۔

شمس:۔ کیا شیخ محی الدین ابن العربی علماء امت میں سے نہیں تھے۔

قاضی:۔ ہاں۔ ضرور تھے۔

شمس:۔ انہوں نے نبوت و رسالت کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔ تشریعی اور غیر تشریعی۔

قاضی:۔ اُن کی یہ شخصی رائے ہے۔ جو حجت نہیں ہو سکتی۔

شمس:۔ ہر ایک نے شخصی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ہم پر بھی اُن کی رائے حجت نہیں ہو سکتی۔

قاضی:۔ تو پھر کیا۔ آپ رسُول و نبی کے الفاظ کو مترادف خیال کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ مترادف کیا ہوتا ہے؟

شمس:۔ مترادف کہتے ہیں۔ دو لفظ یا دو سے زیادہ ایسے لفظ ہوں۔ جن کے معنے ایک ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ اُن کے معانی واحد ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ اُن کا مصداق ایک ہوتا ہے۔ جو اصطلاح شریعت میں نبی ہوتا ہے۔ وہ رسُول بھی ہوتا ہے۔ اور جو رسُول ہوتا ہے۔ وہ نبی بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالےٰ اسے کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔ اور اس پہلو سے کہ وُہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتا ہے۔ رسُول کا لقب پاتا ہے۔ مگر شخصیت کے لحاظ سے وُہ ایک ہی ہوتا ہے۔

قاضی:۔ تو کیا علماء غلطی پر تھے جو انہوں نے یہ تعریف کی۔

شمس:۔ انہوں نے کسی وجہ سے یہ اصطلاح قائم کی ہوگی۔ ولکل ان یصطلح مگر قرآن مجید سے ہماری بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے آیت فبعث اللّٰہ النبیین مبشرین ومنذرین میں نبی کو مبشر اور منذر قرار دیا ہے۔ ویسے ہی آیت رسلا مبشرین ومنذرین میں رسُول مبشر اور منذر قرار دیا ہے۔ اس طرح ایک جگہ فرمایا۔ ما یاتیھم من رسول الا کانوابہ یستھزؤن۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ وما یاتیھم من نبی الا کانوابہ یستھزؤن۔ اور ایک آیت میں فرمایا۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون پھر انہی انبیاء کو جو تورات کی شریعت پر عامل تھے۔ دوسری آیت میں رسُل کہا۔ جیسے فرمایا۔ ولقد آتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر نبی یا رسول کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری نہیں ہے۔

قاضی:۔ یہاں اُن انبیاء کا ذکر ہے۔ جو رسُول بھی تھے۔

شمس:۔ مگر آپ کی تعریف کے مطابق تو اُن کے لئے شریعت لانا ضروری تھا۔ مگر وہ بغیر شریعت کے رسُول کیسے بن گئے۔ اچھا آپ مجھے قرآن مجید سے کوئی ایسا نبی بتائیں۔ جو نبی ہو۔ اور رسُول نہ ہو۔

قاضی:۔ عزیر علیہ السلام نبی تھے۔ رسُول نہ تھے۔

شمس:۔ قرآن مجید میں عزیر کے متعلق نبی کا لفظ کہیں استعمال نہیں ہُوا۔

قاضی:۔ خضر علیہ السّلام نبی تھے۔ رسُول نہ تھے۔

شمس:۔ خضر کا نام بھی قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے۔ اور وہاں تو صرف عبداً من عبادنا ہے۔ من انبیاءنا تو نہیں کہا۔

قاضی:۔ حدیث میں جو اُس کا نام خضر آیا ہے۔

شمس:۔ تو کیا نام خضر ہونے سے ثابت ہو گیا۔ کہ وُہ نبی تھے۔

قاضی:۔ لیکن اس کا قول ما فعلتہ عن امری اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اُس نے یہ تینوں کام وحی الٰہی سے کئے۔ اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ وہ نبی تھے۔

شمس:۔ اول تو وحی کا لفظ آیت میں موجود نہیں۔ دوسرے جس کی طرف وحی ہو۔ کیا وہ نبی ہو جاتا ہے۔؟ کیا حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ نبیہ تھیں۔ اُن کی طرف بھی تو وحی ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ

قاضی:۔ یہ وحی بمعنی الہام ہے۔

شمس:۔ قرآن مجید میں دو دفعہ اس وحی کا ذکر آیا ہے۔ اور دونوں دفعہ اللہ تعالےٰ نے وحی کا ہی لفظ استعمال کیا ہے الہام کا نہیں۔ اگر اس کے معنی الہام یعنی قذف فی القلب کے ہوتے۔ تو ضرور ایک جگہ الہام کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ دوسرے اُس میں عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ جو الفاظ میں نازل ہوئیں۔ صرف قذف فی القلب کا نتیجہ قرار نہیں دی جا سکتیں۔ نیز آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا۔ کہ جو وحی خضر کو ہوئی تھی۔ وہ الہام نہیں تھا۔

اس موقعہ پر سامعین میں سے بعض نے کہا۔ اصل مبحث پر گفتگو ہونی چاہیئے۔ تب قاضی صاحب خاموش ہوئے۔ محمد شنقیطی نے تقریر شروع کی۔ چونکہ وہ عصبی المزاج تھا۔ اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے۔ کہہ لے۔ پھر میں اس کی باتوں کا جواب دُونگا۔ چنانچہ اس نے مسئلہ حیات مسیح اور خروج دجال۔ اور ظہور مہدی کے متعلق روایات ۲۵ منٹ میں بیان کیں جب وہ ختم کرنے لگا۔ تو میں نے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

شمس:۔ حمار الدجال کے متعلق بھی کچھ فرمایئے گا۔ کہ وُہ کتنا لمبا چوڑا ہو گا۔

قاضی:۔ (دوسرے سے مخاطب ہو کر) کس طرح قابل اعتراض بات پر گرفت کرتا ہے۔

شنقیطی:۔ اس کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔

شمس:۔ کیا بخاری میں مسیح موعود کے ساتھ مہدی کے آنے کا بھی ذکر ہے۔ اور مہدی کا لفظ موجود ہے؟

شنقیطی:۔ کیا جو حدیث بخاری میں نہ ہو۔ وہ صحیح نہیں ہوگی۔

شمس:۔ میں نے کب کہا۔ کہ وہ صحیح نہیں ہے۔ میں تو یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ آیا مہدی کا لفظ بخاری میں ہے۔

شنقیطی:۔ بخاری میں اما مکم منکم ہے۔ جس سے مراد مہدی ہی ہے۔

شمس:۔ بخاری میں اما مکم منکم سے مراد خود مسیح موعود ہے۔ اور اُس کے معنی شراح نے بھی یہ لکھے ہیں۔ کہ اما مکم منکم سے مراد یہ ہے۔ کہ وُہ کتاب اللہ اور سنت محمدیہ کے موافق حکم کریگا۔ اور مسلم کی حدیث اما مکم منکم اور اس کی تشریح جو امام زہری نے بیان کی ہے۔ اس بات کی بیّن دلیل ہے۔ کہ اما مکم سے مراد خود مسیح موعود ہی ہے۔ نیز امام بخاری کا یہ طریقہ ہے۔ کہ اگر کسی حدیث سے بہت سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ تو وُہ علیحدہ باب باندھ کر اُس مسئلہ کو بیان کر دیتے ہیں۔ اگر اُن کے نزدیک اما مکم منکم سے مسیح موعود کے سوا کوئی اور مہدی مراد ہوتا۔ تو وہ ضرور اپنی صحیح میں مہدی کے متعلق باب باندھ کر اس حدیث کا ذکر کرتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بہرحال یہ ثابت ہو گیا۔ کہ بخاری میں مہدی کا لفظ موجود نہیں ہے لیجئے اب میں آپ کی تقریر کا جواب دیتا ہوں۔ جب میں نے جواب دینا شروع کیا۔ تو پھر کبھی تو وہ بول پڑے۔ اور کبھی قاضی۔ اس پر میں نے کہا۔ جیسے میں نے خاموش ہو کر آپ کی تقریر سُنی ہے۔ آپ کو بھی خاموش ہو کر سُننا چاہیئے۔

شنقیطی:۔ میں کیسے گمراہی کے کلمات سُنکر خاموش رہوں۔

شمس:۔ آپ نے جو بیان کیا۔ میرے نزدیک کیا وہ گمراہی کی باتیں نہیں؟ اگر آپ مناظرہ کے لئے آئے ہیں۔ تو آپ کو آداب مناظرہ کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور میری تقریر خاموش ہو کر سُننی ہوگی مگر وُہ چپ نہ ہوئے۔ اس پر احمدی احباب سخت برافروختہ ہُوئے۔ اور کہا۔ ہم نے جو کچھ سمجھنا تھا۔ سمجھ لیا۔ ایسے لوگوں سے مباحثہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اُٹھا۔ اور میرے ساتھ ہی سب احمدی اُٹھ آئے۔ مگر پھر بعض نے یہ کہکر بلایا۔ کہ آپ بیان کریں۔ وُہ درمیان میں نہیں بولیں گے۔ اس پر ہم دوبارہ بیٹھ گئے۔ جب میں نے تقریر شروع کی۔ تو اُس نے پھر بولنا شروع کر دیا۔

شیخ احمد احمدی:۔ آپ خاموش ہو کر کیوں نہیں سُنتے۔

قاضی:۔ (اُسے بُرا معلوم ہُوا) علماء کو ادب سے مخاطب کرنا چاہیئے

شنقیطی:۔ تم جاہل ہو کر علماء کو اس طرح مخاطب کرتے ہو۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

شیخ احمد:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ علماءھم شر من تحت ادیم السماء

بات بڑھنے لگی۔ تو میں نے شیخ احمد کو خاموش کرا دیا۔ اور پھر تقریر شروع کرنے لگا۔

شنقیطی:۔ تم جو کچھ بیان کرو گے۔ وہ مردود ہے۔

شمس:۔ کیا دُنیا میں کوئی ایسا عاقل بھی ہے جو فریق مخالف کی بات سُننے سے پہلے ہی اُسکے مردود ہونیکا حکم لگا دے۔ اگر ایسی ہی بات ہے۔ تو آپ یہاں آئے کس لئے ہیں۔

شنقیطی:۔ اہل قریہ کو سمجھانے کے لئے آئے تھے۔

شمس:۔ پھر مجھے کیوں بلوایا۔ اب آپ کو میری تقریر سُننا ہوگی۔

شنقیطی:۔ (کھڑے ہو کر) میں گمراہی کی باتیں نہیں سُن سکتا۔

اس پر ہم بھی اُٹھ کر چلے گئے۔ اور مباحثہ ختم ہو گیا۔

یہ مناظرہ احمدیوں کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوا۔ اور سات عورتیں سلسلہ میں داخل ہوئیں۔ جن کے خاوند پہلے سلسلہ میں داخل ہو چکے تھے۔

میاں جیون بٹ صاحب رضی اللہ عنہ

۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء کے الفضل میں دو مخلص دوستوں کی خبر وفات شایع ہوئی ہے۔ جن میں سے ایک میاں جیون بٹ صاحب امرتسری ہیں۔ اور دوسرے میاں نورالدین صاحب۔ یہ دونو مخلص اپنے اپنے رنگ میں بہت قابل قدر اور واجب الاحترام تھے۔ میں آج کی صحبت میں میاں جیون بٹ صاحب کی زندگی پر ایک تبصرہ کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

میاں جیون بٹ صاحب امرتسر کے مشہور محلہ قلعہ بھنگیاں میں رہا کرتے تھے۔ وہ اپنی دولت مندی، اپنے علم۔ اپنے جتھے کے لحاظ سے مشہور نہ تھے۔ مگر اُن کے سادے لباس میں ایک ایسا وجود چھپا ہوا تھا۔ جو اپنی ذاتی شرافت۔ دینی غیرت۔ حق پسندی۔ اور اس کے اظہار کے لئے جرأت کے لئے ضرور ممتاز تھا۔

قلعہ بھنگیاں امرتسر کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا مرکز ہے۔ اور مسلمان اپنی دلیری اور جرأت میں نمایاں ہیں۔ اپنے مخالفین کے مقابلہ اور مار پیٹ میں وُہ کبھی کسی سے دبنے اور ڈرنے والے نہیں۔ بلکہ خود ان کا ہی سکہ ہے۔ میاں جیون بٹ صاحب نے احمدیت کو قبول کیا۔ اور قلعہ بھنگیاں جیسے مقام پر اپنی بود و باش حسب معمول رکھی۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے مقام پر اُن کا سخت جانی نقصان اٹھانا کچھ مشکل نہ تھا۔ اور مختلف قسم کی اذیتوں کا دیا جانا تو ایک معمولی چیز تھی۔ یہ ایسے خطرات تھے۔ کہ حفظ ماتقدم کے اصول پر شاید اُن کی راہ میں روک ہو جاتے۔ مگر میاں جیون بٹ صاحب نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ اور اپنے عمل سے بتا دیا۔

دل بر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دُنیا اک باولا یہی ہے

ان کی مخالفت ہوئی۔ ان کی ایذا رسانی کے منصوبے ہوئے مگر ان باتوں نے انہیں ایک انگل بھی پیچھے ہٹنے نہ دیا۔ بلکہ وُہ آگے ہی بڑھتے گئے اور کسی کو باوجودیکہ وہ ایک غریب کاریگر تھے۔ یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ ان پر کھلم کھلا حملہ کرے۔ یہ امر کسی طاقت اور جتھے کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ ان کی متقیانہ زندگی کا اثر تھا۔ احمدی ہونے سے پیشتر وُہ اپنے محلہ میں ایک دیندار اور شریف ہمدرد انسان کے رنگ میں نمایاں تھے۔ اپنی طاقت اور ہمت کے موافق وہ دوسروں کی ہمدردی اور مدد کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ انہوں نے جہاں تک میرا علم ہے ۱۸۹۵ء کے قریب بیعت کی تھی۔ لیکن بیعت کرنے کے بعد ان پر کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا۔ کہ کسی مرحلہ پر انکے قلب میں شکوک و شبہات نے راہ پائی ہو۔ ان کی عمر کے آخری حصہ میں جبکہ وہ مختلف امراض کے حملوں سے اور عمر کے بہت زیادہ ہو جانیکی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے۔ کوئی شخص اُن کی جرأت و دلیری کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ اور ایک محرم راز کی طرح سے جانتا ہوں۔ کہ سلسلہ میں آنے کے ساتھ اُن میں تبلیغ کا بہت بڑا جوش تھا۔ جب کبھی کوئی فتنہ پیدا ہوتا۔ اور امرتسر میں یہ معمولی باتیں تھیں۔ تو وہ سینہ سپر رہتے۔ اور کبھی اظہار حق سے نہ ڈرتے۔ یہ وُہ زمانہ تھا۔ جبکہ امرتسر علماء کا بہت بڑا مرکز تھا۔ غزنوی گروہ کے لیڈر مولوی عبدالجبار، عبدالرحیم وغیرہ زندہ تھے۔ صُوفی عبدالحق (جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مباہلہ کیا تھا) بھی میدان میں نکلا ہُوا تھا۔ مولوی رسل بابا، مولوی احمداللہ صاحب زندہ تھے۔ اور مولوی رسل بابا کے کمانڈر انچیف تو خود قلعہ بھنگیاں ہی میں رہتے تھے۔ اور ان کا بہت بڑا زور تھا۔ ان حالات میں ایک میاں جیون بٹ صاحب کا قلعہ بھنگیاں میں احمدیت کو قبول کرنا ایسا ہی تھا جیسے کوئی خود اپنی موت کے وارنٹ پر دستخط کر دے۔ میاں جیون بٹ صاحب اگرچہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے۔ لیکن اس کام میں آزاد نہ تھے۔ اس کا تعلق تمام ان لوگوں سے تھا۔ جو سلسلہ کے سخت معاند اور دُشمن تھے۔ کیونکہ پشمینہ کے کاروبار کا اجارہ ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ مگر انہوں نے کبھی یہ خیال نہ کیا۔ کہ میرے اس اقدام کا اثر کیا ہوگا۔ میں تو اس جرأت اور ہمت کے اظہار کے لئے الفاظ ہی نہیں پاتا۔ آج سلسلہ میں آنے والے لوگ اس کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ مگر ہم جو خدا کے محض فضل اور رحم سے ان ایام ابتلاء اور عہد ابتلا میں آئے۔ ان ایام کے تصور سے بے قرار ہو جاتے ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں داخل اسلام ہونیوالوں نے اسلام میں آنکھ کھولتے ہی اپنے گرد بلاؤں کو دیکھا۔ ہمارا بھی یہی حال تھا۔ اور ان مقامات میں جو مخالفت کے مرکز تھے۔ وہاں کی تو حالت ہی دگرگوں تھی۔ مگر واہ میاں جیون بٹ تم نے امرتسر جیسے شہر میں ایسے حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا۔ کہ یہ بجائے خود ایک معجزہ تھا۔ مخالفت ہوئی۔ کہ قدرتی بات تھی۔ اور بہت شدید مخالفت ہوئی۔ مگر جس قدر مخالفت ہوتی تھی۔ اسی قدر عشق و ارادت میں ترقی ہوتی تھی۔ کہ اس راہ میں کامیابی کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ بہت زیادہ عرصہ آپ کو سلسلہ میں آئے ہوئے نہیں ہُوا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو اپنے مخلص خدام میں شمار کرتے تھے۔ اور چونکہ قلعہ بھنگیاں مخالفت کا مرکز تھا۔ امرتسر کی مخالفت کا سارا میگزین اس قلعہ ہی میں تھا۔ مگر خدا تعالےٰ نے وہاں ہی اس بزرگ کو کھڑا کر دیا اس کے ساتھ ہی قلعہ بھنگیاں کی جماعت کے دوسرے افراد جن کے تذکرہ کا یہ موقعہ نہیں، ایک ہی رنگ میں رنگین ہوکر احمدیت کے جھنڈے کو اس قلعہ پر لہرانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

میاں جیون بٹ صاحب اپنے چندوں میں بہت باقاعدہ تھے۔ جو کچھ ان کو اپنی دستکاری سے میسر آتا۔ وہ سلسلہ کے لئے ہر ضرورت کے موقعہ پر اپنی حیثیت اور طاقت سے بڑھکر قربانی کر گذرتے میرے ساتھ مرحوم کے نہایت محبت اور اخلاص کے تعلقات تھے۔ اور ان ایام میں چندہ وغیرہ کی تحریکوں کا مجھے ہی موقعہ ملتا تھا۔ میں جانتا تھا۔ کہ وہ کس قسم کی قربانی کرتے ہیں۔ بعض اوقات میں نے دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے سب سے بڑی مقدار دینے میں اپنے نفس پر تکلیف پیدا کر لی۔ لیکن جب میں نے کہا۔ کہ وہ دو قسطوں میں چندہ دیدیں تو کہا۔ شیخ صاحب! دوسرا موقعہ آنے کی کیا امید۔ جو آ گیا ہے۔ اسی کو غنیمت سمجھ لینا چاہئے۔ خدا جانے اس وقت ہو یا نہ ہو۔ اور پھر دل میں وہ جوش رہے۔ یا نہ رہے۔ اور حضرت صاحب کی دُعا تو سب سے قیمتی چیز ہے۔ بس یہی سمجھو۔ کہ جو اس وقت دیا جائے۔ وہ تھوڑا ہی ہے۔

کبھی چندہ دینے میں انہیں قبض نہیں محسوس ہوتی تھی۔ بلکہ خوشی محسوس کیا کرتے تھے۔ ہنستے ہوئے لاتے۔ میں دیکھتا۔ کہ ان کے چہرہ پر ایسی خوشی ہے۔ کہ گویا آج ساری مرادیں پُوری ہو گئیں۔

خدا تعالیٰ کی کرشمہ نمائی ہے۔ کہ جب وُہ اپنے کسی بندہ کی مدد کرتا ہے۔ تو اس کو ایسے دوست اور سامان دیدیتا ہے۔ کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ہے۔ میاں جیون بٹ صاحب کے دوستوں میں میاں سلطان احمد صاحب میاں الہ بخش صاحب اور میاں غلام رسُول صاحب حجام نے بھی اس وقت کار ہائے نمایاں کئے۔ دراصل قلعہ کی جماعت اس وقت انہی آدمیوں کی جماعت تھی۔ مگر میاں سلطان احمد مجسم تبلیغ اور سلسلہ کے جوش میں مست نوجوان تھا۔ ان لوگوں کا سلسلہ میں آ جانا میاں جیون بٹ کی ہمت اور حوصلہ کے بڑھانے میں ایک ظاہری سامان تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خود انکی ایمانی قوت نے یہ سب مظاہرے کئے۔ میں واقعات کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ صرف اسقدر کہتا ہوں۔ کہ ایک طرف یہ غریب لوگ تھے۔ اور دوسری طرف سارا قلعہ۔ مگر ان کو کوئی اپنے مقام سے پیچھے نہ ہٹا سکا۔

جیسا کہ کہہ چکا ہوں۔ میاں جیون بٹ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ وہ ان لوگوں کو جنسے انکو اپنے کاروبار کے سلسلہ میں واسطہ پڑتا۔ برابر تبلیغ کرتے رہتے۔ اور انکی نیکی اور متقیانہ زندگی کا ایک ایسا رعب اور اثر تھا۔ کہ وہ بڑے بڑے آدمیوں کو بھی سلسلہ کا پیغام پہونچا دیتے تھے۔ اور وہ لوگ خاموشی سے سن لیتے تھے۔

ابھی حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے غیر احمدیوں کو لڑکیاں نہ دینے کا کوئی اعلان نہیں ہوا تھا۔ مگر میاں جیون بٹ صاحب شروع ہی سے اسکے مخالف تھے۔ کہ کسی غیر احمدی کو لڑکی دیجائے۔ جب وہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ تو انکی صاحبزادی جوان تھی۔ اور اس کا انکو فکر تھا۔ میرے ساتھ بارہا ذکر ہوا۔ مگر جب بھی انہوں نے کہا یہی کہا۔ کہ میں کسی غیر احمدی (اس وقت مخالف کہا کرتے تھے) کو لڑکی دینا نہیں چاہتا۔

فرمایا کرتے ۔ کہ شیخ صاحب! اب ان لوگوں سے ہمارا تعلق ہی کیا رہا ۔ اب تو قوم یا برادری جو کچھ ہے ۔ حضرت صاحب ہی کی جماعت ہے ۔ میں کسی غریب سے غریب احمدی کو لڑکی دے دوں گا۔ اور بڑے سے بڑے دولت مند مخالف کو نہیں دوں گا ۔ میں ان کی اس قسم کی باتوں پر ان کی ایمانی قوت کو دیکھ کر اپنے نفس میں شرمندہ ہوتا ۔ مجھے افسوس ہے ۔ کہ ایک تو یہ لوگ تھے ۔ جو باوجودیکہ ابھی اس قسم کے احکام نافذ نہ ہوئے تھے ۔ اور وہ زمانہ ابتلاء و امتحان کا تھا ۔ غیر احمدی کو لڑکی دینے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے اور ایک وہ کمزور ہیں ۔ جو اس عہد کامیابی و قوت میں اپنی بعض سفلی اغراض کے ماتحت غیر احمدیوں کو لڑکیاں دیدیتے ہیں ۔ اور پھر لغو بہانے کرتے ہیں ۔

میاں جیون بٹ صاحب کے اخلاص اور اُن کی ایمانی قوت نے ایک اثر کیا ۔ اور وہ لڑکی بالآخر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب قبلہ ایسے بزرگ انسان کے نکاح میں آئی ۔ میں ہمیشہ اس امر کو میاں جیون بٹ صاحب کے اس اخلاص کا ثمرہ یقین کرتا رہا ہوں ؂

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ۔ وہ شک و شبہ کے مقام سے بالاتر تھے ۔ اس لئے خلافت کے متعلق بھی ان کا ایمان ہمیشہ قوی اور مضبوط رہا ۔ کبھی ان شخصوں کا ان پر اثر نہ تھا ۔ جنہوں نے خلافت حقہ راشدہ کے خلاف منصوبے کئے یا غدر کیا ۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی میں جو فتنہ اٹھا ۔ اس موقعہ پر انہوں نے ایک دفعہ ہنس کر کہا ۔ کہ شیخ صاحب! ہم غریب آدمی ہیں ۔ اور خدا کا شکر ہے ۔ کہ اگر بڑے دولت مند یا انگریزی پڑھے ہوئے ہوتے ۔ تو شاید ان لوگوں سے تعلقات بڑھے ہُوئے ہوتے ۔ اور کوئی ٹھوکر لگتی ۔ ہماری غربت ان کو ہمارے پاس آنے نہیں دیتی تھی ۔ اور ہمیں ان کے پاس جانے سے روکتی تھی ۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے ۔ کہ اس بیماری سے بچے رہے ؂

جب خلافت ثانیہ میں خلافت کی مخالفت میں فتنہ برپا ہُوا تو ان کے وہم میں بھی وہ بات نہ آئی تھی ۔ جو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے شرکار کہتے تھے ۔ میرے ساتھ انہیں ایک محبت للہی تھی ۔ اور وہ میرے کاموں کی قدر کرتے تھے ۔ منکرین خلافت کے مقابلہ میں ہمیشہ میری حوصلہ افزائی تحسین و دعا سے کرتے رہتے تھے ۔ اور میں دیکھتا تھا ۔ کہ انہیں اس فتنہ کو دور کرنے کے لئے جوش ہے ۔

میاں جیون بٹ صاحب نماز باجماعت کے التزام میں ایک نمونہ تھے ۔ اور ان کی کوشش ہوتی ۔ کہ پہلی صف میں پہلے وقت آکر شریک ہوں ۔ جو لوگ قادیان میں رہتے ہیں ۔ وہ جانتے ہیں ۔ کہ باوجودیکہ اب بہت ضعیف ہو گئے تھے ۔ اور مسجد کے اوپر چڑھ کر جانا ۔ ان کے لئے تکلیف دہ تھا ۔ مگر وہ باجماعت نماز کے لئے جاتے ۔ اور صف اول میں بیٹھے نظر آتے ۔ بڑی رات کو اٹھنے کے عادی تھے ۔ اور عبادت الٰہی میں ایک ذوق شوق کی کیفیت ان میں پائی جاتی تھی ۔ وہ ایک دوست نواز اور وفادار بزرگ تھے ۔ میں جب ہجرت کر کے قادیان آیا ۔ جنوری ۱۸۹۸ء میں اس وقت امرت سر سے اپنے سامان اور اسباب کے منتقل کرنے کیواسطے مجھے کچھ روپیہ کی ضرورت تھی ۔ امرت سر میں بعض آسودہ حال احمدی احباب موجود تھے ۔ میں اگر انہیں کہتا ۔ تو شاید انہیں بھی مجھے اس وقت قرض دینے میں خوشی محسوس ہوتی ۔ مگر میں نے کسی سے ذکر نہ کیا ۔ میاں جیون بٹ صاحب میرے پاس آئے ۔ اور میرے قادیان جانے پر خوشی کا اظہار کرتے رہے ۔ کہ بہت ہی مبارک ہے ۔ بڑے خوش قسمت ہو ۔ امرت سر سے چلے جانے پر افسوس کا بھی اظہار کرتے تھے ؂ مگر میرے لئے قادیان ہی جانے پر خوش تھے ۔ میں نے ان سے کوئی ذکر نہیں کیا ۔ کہ سامان کے منتقل کرنے کے لئے میرے پاس روپیہ کم ہے ۔ میرا خیال تھا ۔ کہ بعد میں منگوا لوں گا ۔ خود ہی سوال چھیڑا کہ اسباب کا کیا کرو گے ۔ میں نے کہا ۔ کچھ عرصہ کے بعد لے جاؤں گا ۔ فی الحال شیخ صاحب (شیخ نور احمد صاحب مرحوم) کے ہاں رکھ جاؤنگا کہنے لگے ۔ ساتھ لے جانا ہی اچھا ہے ۔ میں نے ابھی جواب کچھ نہیں دیا تھا ۔ کہ بیس روپیہ نکال کر میرے ہاتھ میں دیدیئے ۔ اور کہا ۔ کہ ایسے موقعہ پر روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ لے لو ۔ اور جب تمہارے پاس ہوں دیدینا ۔ میں نہیں بتا سکتا ۔ کہ میرے دل پر کیا اثر ہُوا ۔ کہ کس طرح پر انہوں نے اس کا احساس کیا ۔ اور قلعہ بھنگیاں سے چلکر اس غرض کے لئے میرے پاس آئے ۔ میں نے یہ روپیہ ان کو قادیان آنے کے کوئی چھ سات ماہ بعد ادا کیا ۔ مگر انہوں نے ایک مرتبہ بھی تقاضہ نہ کیا ۔ اور اپنے اس عہد کو نبھایا ۔ کہ جب تمہارے پاس ہوں دیدینا ۔ وہ روح جس کو لے کر وہ میرے پاس آئے اخوت اور مواساة کی حقیقی روح تھی ۔ میری ضرورت کا احساس ایسے رنگ میں کیا ۔ کہ گویا ان کی اپنی ضرورت ہے ۔ وہ دولت مند آدمی نہ تھے اور یہ بیس روپیہ ان کے لئے کسی صورت میں سو روپیہ سے کم قیمت نہ رکھتے تھے ۔ مگر جس محبت جس اخلاص اور اخوت کے صحیح جذبہ سے اس وقت انہوں نے میری مدد کا احساس کیا ۔ وہ مجھے کبھی نہیں بھولے گا ۔ غرض وہ ایک وفادار دوست تھے ۔ طبیعت میں اشاعت حق کا جوش تھا ۔ مگر بے جا غصہ اور جوش کی آگ سرد ہو چکی تھی ۔ اور وہ غیرت دینی کے رنگ میں تبدیل ہو گئی تھی ۔

جب موقعہ ملتا فوراً قادیان آجاتے ۔ اور اپنے پرانے دوستوں سے ملکر انہیں بہت خوشی ہوتی ۔ غربا سے محبت تھی ایک دن میں نے دیکھا ۔ کہ بہت تکلیف سے باہر جا رہے ہیں ۔ میں نے پوچھا ۔ تو کہا ایک شخص سے ملنے کا وعدہ کیا تھا ۔ اس کے پاس جا رہا ہوں ۔ میں نے کہا ۔ کہ اسے کیوں نہ بلا لیا گیا ۔ وہ غریب شکستہ خاطر سا ہے ۔ میرے جانے سے اس کو تسلی ہو گی ۔ اور میرا کیا ہے ۔ گھر نہ بیٹھا وہاں ہو آتا ہوں اس کا آنے میں حرج ہوتا ۔

غرض زندگی کے جس پہلو سے دیکھیں ۔ وہ اس میں ایک مخلص مسلم کی زندگی کا نمونہ رکھتے تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اہلبیت سے انہیں خصوصیت سے محبت اور اخلاص تھا ۔ حزیں عرفانی کو یہ افسوس آخر تک رہے گا ۔ کہ وہ ان کی وفات پر قادیان میں حاضر نہ تھا ۔ اور اپنے ایک مخلص بھائی اور قدیم رفیق کے جنازے کو کندھا بھی نہ دے سکا ۔ مگر میں امید کرتا ہوں ۔ کہ مرحوم کی زندگی پر یہ مختصر سا تذکرہ اس کی تلافی کر سکے گا ۔ مرحوم کی عمر نوّے سے متجاوز تھی ۔ اللہ تعالےٰ اُسے اپنی رضا کے مقام پر جنت الفردوس میں جگہ دے ؂

(خادم عرفانی از بمبئی)

جماعت کے انگریزی دان سن رائز کی اشاعت بڑھائیں

سن رائز ہمارا انگریزی اخبار ۲۸ راگست سے ہفتہ وار ۲۰×۳۰/۴ کے ۱۲ صفحات پر شائع ہوتا ہے ۔ ٹائپ نہایت اعلیٰ کاغذ ڈیمی ۲۸ پونڈ کا لگایا جاتا ہے ۔ اس میں مسلمانوں کے پولٹیکل حقوق پر بحث ہوتی ہے ۔ اور موجودہ حالات میں صحیح اور مفید ملک و ملت راہنمائی کی جاتی ہے ۔ اور آزادی کے ساتھ گورنمنٹ کے سامنے اپنے نقطہ خیال کو رکھا جاتا ہے ۔ اسلامک کلچر ۔ اور عام اسلامی امور کی برتری ثابت کی جاتی ہے ۔ کسی خاص فرقے کے مذہبی عقائد کے متعلق کوئی بات نہیں ہوتی ۔ ملک غلام فرید صاحب ایم ۔ اے جو لنڈن اور برلن میں مبلغ بھی رہ چکے ہیں ۔ اس کو ایڈٹ کرتے ہیں ۔ اور ان کا مرتبہ سن رائز خراج تحسین حاصل کر رہا ہے ۔ کئی رؤسا اور گورنمنٹ کے آفیسر اور نامور لیڈر اس کو خریدتے ہیں ۔ لیکن اس کے حلقہ اشاعت کو وسیع کرنے کے لئے ابھی بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے ۔ سکرٹریان جماعت ہائے احمدیہ کو چٹھی بھجوائی جا چکی ہے ۔ مہربانی فرما کر جلد سے جلد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشاد کی تعمیل کر کے مجھے مشکور فرمائیں ۔ اور نہ صرف پانچ روپے سالانہ کے حساب سے اپنے اپنے ذمہ کا چندہ ارسال کریں ۔ بلکہ پانچ پانچ خریدار مہیا کر کے اطلاع دیں ۔ اور ان سے چندہ پیشگی بھجوائیں ؂ (اینجر سن رائز قادیان)

ضرورت مزارعین

ایک دوست کو ریاست بہاولپور میں دو مربعوں کے لئے مزارعین کی ضرورت ہے ۔ مقام ریلوے سٹیشن سے چار میل کے فاصلہ پر ہے ۔ انتظام آبپاشی خاطر خواہ ہے ۔ ضرورتمند احباب مع شرائط دفتر ہذا سے خط و کتابت کریں ؂ (ناظر امور عامہ)

اچھوت آئندہ مردم شماری میں اپنے آپ کو اچھوت لکھوائیں

ایک اچھوت لیڈر کا ضروری اعلان

چونکہ موجودہ زمانے میں کسی قوم یا فرقہ کے ملکی و تمدنی حقوق کا انحصار زیادہ تر اس قوم یا فرقہ کے لوگوں کی تعداد پر ہے۔ اس لئے تمام اچھوت جاتیوں کو اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے چاہئے۔ کہ آئندہ مردم شماری کے موقعہ پر شمار کنندگان کی فارموں میں اپنے اپنے کنبہ کی تعداد اور ذات صحیح طور پر درج کرائیں تاکہ مہذب دُنیا کے آگے یہ امر بخوبی روشن ہو سکے۔ کہ اس ملک میں کثیر التعداد اچھوت جاتیاں بدستور بیکسی کی حالت میں موجود پڑی ہیں۔ اور وہ ملک کی آبادی کا تقریباً چوتھائی حصہ ہیں۔ اس حقیقت کے معلوم ہو جانے پر اچھوت جاتیوں کی حالت کو بہتر بنانے کی مناسب تدابیر جلد عمل میں آسکیں گی۔ اچھوت جاتیوں کے لئے سنبھلنے کا صرف یہی ایک اہم موقعہ ہے۔ ہمیں مردم شماری کو غنیمت سمجھکر اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے پشیمان رہنا پڑے گا۔

اونچی ذات کے ہندوؤں کا پروپیگنڈا

ادھر مردم شماری کی مقررہ تاریخ نزدیک چلی آرہی ہے۔ اُدھر اونچی ذات والے بہت سے ہندو لیڈر، سادھو، سنیاسی۔ گروکلوں اور کالجوں کے پروفیسر اور ہندو اخبارات پروپیگنڈا پھیلا رہے ہیں۔ کہ غریب اچھوت جاتیاں کسی طرح سے اپنی ذات پات ظاہر نہ کریں۔ ممکن ہے۔ کہ ایسے وسیع پروپیگنڈے کے زیر اثر ہمارے بعض اچھوت بھائی غلطی یا لالچ میں پڑ کر اپنے آپ کو صرف ہندو لکھا بیٹھیں۔ اور اس طرح سے بیرونی طور پر اپنی ذات چھپانے سے اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا باعث ہو جائیں۔ ایسے نقصان کی تلافی ناممکن ہوگی۔ کیونکہ پھر اچھوتوں کی پوشیدہ مصیبتوں اور عذابوں کا علاج کوئی نہیں کر سکے گا۔ جہاں تک ممکن تھا۔ ہم نے اپنے غریب اچھوت بھائیوں کو اس خطرناک پروپیگنڈے کی طرف توجہ دلا دی ہے صرف اس غرض سے کہ غریب جاتیوں کی اور زیادہ حق تلفیاں نہ ہوں۔ اور وہ اپنے انسانی حقوق سے اور زیادہ دیر تک محروم نہ کئے جائیں۔ ذیل کی چند ایک اور غور طلب باتیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔ تاکہ حق پسند اور منصف مزاج دُنیا کے آگے یہ ظاہر ہو جائے۔ کہ ہندو لیڈر اچھوت جاتیوں کو انسانی حقوق دینے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو سکتے:۔

ہندوؤں نے ہمارے لئے کیا کیا

(۱) انسانی حقوق دینا یا دلانا تو درکنار موجودہ ذہنیت کے ہندو اخبارات ہمارے نقطہ خیال سے ہمارے دُکھ درد کا یا ہمارے نفع نقصان کا کبھی اظہار کرنے کے لئے چند سطور تک اپنے اخباروں کے اندر درج نہیں کرتے دیکھئے ذات پات توڑک سبھا کے حامیوں ہی کی فہرست کے اندر کئی معزز ہندو ایڈیٹر اصحاب بھی شامل ہیں۔ ہم بڑے شوق سے یہ جاننے کی خواہش رکھتے ہیں کہ کم از کم ایسے ایڈیٹر صاحبان میں سے وہ اصحاب کونسے ہیں جنہوں نے کبھی اچھوت جاتیوں کے لکھے ہوئے کسی خط یا مضمون کو اپنے اخبار میں جگہ دی ہو۔

(۲) آئے دن اُونچی ذات والے ہندو اپنے بچوں کی اعلےٰ تعلیم و تربیت کے لئے لاکھوں روپیہ کا دان اور لاکھوں روپیہ کی زمینیں وقف کرتے رہتے ہیں۔ کیا کبھی کسی ایسے دانی نے غریب اچھوت بچوں کی ابتدائی تعلیم کیلئے بھی کوئی دان یا مکان وقف کیا ہے۔ اصل میں یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جب تک اس ساری اونچ نیچ کی جڑ "منوسمرتی" جیسی نام نہاد دھرم پستک پر ہندوؤں کا اعتقاد اور عمل برابر جاری ہے۔ یہ حالت کبھی نہیں بدل سکتی۔

منوسمرتی

(۳) منوسمرتی کے اندر کھلم کھلا ایسے اشلوک قانون قدرت کے خلاف اور خاص طور پر اچھوتوں کے ساتھ بیرحمانہ سلوک بڑھانے والے درج ہیں۔ کیا کبھی کسی ذات پات توڑک کے حامی ہندو لیڈر نے ایسی منوسمرتی کے خلاف بھی اپنی کبھی آواز اٹھائی ہے۔ یا کبھی لیجسلیٹو اسمبلی کے اندر کسی ہندو لیڈر نے ایسی منوسمرتی کو منسوخ کرانے کے لئے کوئی تجویز پیش کی ہے۔ یا کسی ہندو سبھا یا آریہ سماج نے ایسی منوسمرتی کو دھرم پستکوں کی فہرست میں سے الگ کرنے کے لئے کوئی ریزولیوشن پاس کئے ہیں۔ جب تک یہ منوسمرتی ہندوؤں کی دھرم پستک بنی رہے گی۔ بیرونی طور پر ذات پات نہ ظاہر کرنے سے غریب اچھوت جاتیاں تباہ ہو جائیں گی۔

ہم ہندو نہیں ہیں

اچھوت جاتیوں نے سائمن کمیشن کے اجلاسوں میں سینکڑوں مقامات پر اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ واضح طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ ہم ہندو کہلانا نہیں چاہتے۔ اور نہ ہمارا ہندو دھرم پر یقین ہے۔ اس لئے ہم کو اونچی ذات والے ہندوؤں سے علیحدہ شمار کیا جانا چاہئے علاوہ ازیں ہندو دھرم میں یہ بھی ایک عقیدہ ہے۔ کہ اچھوت جاتیاں پرماتما کی طرف سے اونچی ذات والے ہندوؤں کی محض خدمت کرنے کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں۔

(۵) نیز ہندو دھرم کا یہ بھی بڑا اصول ہے۔ کہ اچھوت اپنے پہلے جنموں کے کھوٹے کرموں کی وجہ سے اس دُنیا میں پرماتما کی دی ہوئی سزا کے طور پر ایسی مصیبتیں بھوگ رہے ہیں۔ لہذا اچھوتوں کی تکلیفات دُور کرنے میں کوئی امداد کرنا شاید پرمیشور کی مرضی کے خلاف چلنے کے برابر ہوگا۔ جب آریہ سماج تک کے اندر اچھوت جاتیوں کے مصائب دور کرنیکا کوئی عملی علاج موجود نہیں۔ جیسا کہ گذشتہ ان کے پچاس سال کے کاموں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ تو پھر دیگر ہندو فرقوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔

(۶) اب تک ہندو لیڈروں نے اچھوت جاتیوں کے لئے جو کچھ کام کیا ہے۔ اس کا یہاں دہرا دینا شاید بے محل نہ ہوگا۔ وہ کام یہ ہیں کوئی ہندو لیڈر اچھوت جاتیوں کے چند ممبروں کو محض ہندو کا منتر طوطوں کی طرح رٹنے رٹانے میں ہی ان کی نجات سمجھتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی ہندو لیڈر محض جنیئو دینے میں اور کوئی کسی مندر میں لیجا کر ان کو درشن کرا دینے ہی میں ان کی پوری مکتی سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کہ کہیں غریب اچھوت جاتیوں کے بچوں کے لئے کسی نے کوئی سکول جاری کیا ہو۔ ان حالات سے کیا یہی سمجھا نہیں جا سکتا۔ کہ ہندو لیڈروں کو اچھوت اقوام کی دلی اور دماغی ترقی کا کوئی فکر نہیں۔ بلکہ انہیں محض اپنی تعداد میں اضافہ کرنے ہی کا ہر وقت دھیان لگا رہتا ہے۔

اچھوتوں کی قومی جائیدادوں کو نقصان کا خطرہ

(۷) موجودہ حالت میں اچھوت جاتیوں کے قبضے میں جہاں کہیں بھی کوئی مندر، ڈیرے یا پنچائتی مکانات ہیں۔ اگر سرکاری کاغذات مثلاً مردم شماری وغیرہ میں اچھوت جاتیوں کی ذات درج نہ کرائی گئی۔ تو ممکن ہے کہ ان کے سب پنچائتی مندر مکانات وغیرہ آخر کار زبردست اونچی ذات والے امیر ہندوؤں کے قبضے میں چلے جائیں۔ کیونکہ اچھوت جاتیاں عموماً اَن پڑھ ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ہندو لکھوا کر اپنی جائیدادوں کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ جیسے وہ اب اپنی اچھوت جاتیوں کی ہستی کو عام پبلک کے سامنے صاف طور پر علیحدہ رکھنے سے کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ہمارے غریب اچھوتوں کے موجودہ پنچائتی مکانوں کے کھنڈروں پر اونچی ذات والے ہندوؤں ہی کی شاندار عمارتیں شاید تعمیر ہو جائیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم سب اپنی اپنی ذاتیں۔ ڈراوڑ۔ آدی دھرمی۔ چمار، جیسوار، جلٹیا، کھٹیک۔ بانگرو، کوری۔ پاسی۔ دھانک۔ بھیل۔ بالمیکی۔ مہتر وغیرہ وغیرہ ضرور لکھائیں۔ بس یہی طریق ہمارے لئے باقی ہے۔ اگر ہم صدیوں کی ناقابل برداشت ذلت و خواری کی زندگی سے رہائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم سب اچھوت جاتیوں کو چاہئے۔ کہ اپنے آپ کو الگ قوم ظاہر کرنے میں پوری کوشش کریں۔ جب ہمارے سامنے سکھ قوم کے اصحاب (ہندوؤں کے زیادہ تر نزدیک ہوتے ہوئے بھی) اپنے آپ کو علیحدہ قوم "سکھ" میں درج کراتے ہیں۔ تو پھر ہم اچھوت جاتیوں کو جن کے چھونے سے یا سایہ پڑنے سے یا محض نظر پڑنے سے اونچی ذات والوں کو بھاری پاپ لگ جاتا ہے۔ اپنے آپ کو علیحدہ اچھوت قوم لکھانے میں کیا حرج ہو سکتا ہے ہمیں اپنی علیحدہ ہستی کا پورا پورا ثبوت دینا چاہئے۔ تاکہ پھر ہم اپنے حقوق کا پورا پورا مطالبہ کر سکیں۔

جملہ مذاہب کے انصاف پسند اور خدا ترس فرشتہ سیرت معزز اصحاب سے ہمیں امید ہے۔ کہ وہ ازراہ مہربانی اچھوت اقوام کی بیکسی اور غریبی پر رحم کھا کر وہ اپنے اپنے اخباروں کے اندر اس مضمون کو فراخ دلی کے ساتھ درج فرما کر ہم پر بڑا احسان فرمائینگے۔ جس کے لئے ہم سب اور ہمارے غریب بچے آپ صاحبان کے ہمیشہ شکر گزار ہونگے۔ دیو بدیال سیکرٹری آدی اچھوت جاتی سبھا جالندھر (نیز ...)

فہرست مبائعین بابت ماہ اپریل و مئی ۱۹۳۰ء

نمبر	نام	پتہ
۱۱۰۱	محمد وزیر صاحب	ضلع رہتک
۱۱۰۲	ٹی۔کے رحمٰن صاحب۔ ہگلی۔ بنگال	
۱۱۰۳	علی اصغر صاحب۔	ضلع جھنگ
۱۱۰۴	صدیق احمد صاحب	〃 〃
۱۱۰۵	بیگم بی بی اہلیہ شیخ حاکم صاحب	〃 سرگودھا
۱۱۰۶	سردار خان صاحب	〃 ملتان
۱۱۰۷	مسماۃ میجاں بیوہ ماموں خان صاحب	〃 جالندھر
۱۱۰۸	جلال الدین صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۱۰۹	محمد حیات صاحب	〃 شیخوپورہ
۱۱۱۰	مسماۃ کیموں والدہ رحمت اللہ صاحب	تحصیل بٹالہ
۱۱۱۱	بہو رحمت اللہ صاحب مذکور	〃 〃
۱۱۱۲	مسماۃ خورشید بیگم صاحبہ	کوہاٹ
۱۱۱۳	اقبال بیگم صاحبہ۔	ضلع سیالکوٹ
۱۱۱۴	چنن پیر شاہ صاحب	سرگودھا
۱۱۱۵	پیر خان صاحب	چھاؤنی بنگلور
۱۱۱۶	محمد عالم صاحب	〃 〃
۱۱۱۷	خیر النساء صاحبہ زوجہ مستری محمد صدیق صاحب	دہلی
۱۱۱۸	امام بی بی صاحبہ	ضلع لائلپور
۱۱۱۹	فضل بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۱۲۰	برکت علی صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۱۲۱	شاہ زمان صاحب	تحصیل مردان
۱۱۲۲	عبد الکریم صاحب	ضلع ہزارہ
۱۱۲۳	محمد شاہ صاحب	〃 پشاور
۱۱۲۴	رفیق شاہ صاحب	〃 〃
۱۱۲۵	عبد الرحمٰن صاحب	〃 〃
۱۱۲۶	رحیم اللہ صاحب	〃 جہلم
۱۱۲۷	سیٹھ محمد ابراہیم صاحب	〃 ٹراونکور
۱۱۲۸	رحمت الٰہی صاحب	〃 پشاور
۱۱۲۹	سیٹھ عبد اللطیف صاحب	بغداد
۱۱۳۰	اہلیہ عبد الحمید صاحب	〃
۱۱۳۱	نیاز النساء اہلیہ جعفر حسین صاحب۔ ریاست پٹیالہ	
۱۱۳۲	تفضل حسین صاحب پسر	〃 〃 〃 〃
۱۱۳۳	اصغری دختر	〃 〃 〃 〃
۱۱۳۴	حافظ شفیق احمد صاحب	لاہور
۱۱۳۵	منیر خان صاحب۔	دہلی
۱۱۳۶	محمد عبد الحمید خان صاحب کھوکھر	ضلع گورداسپور
۱۱۳۷	پیر بخش صاحب	〃 امرتسر
۱۱۳۸	فقیر محمد ولد پیر بخش صاحب	〃 〃
۱۱۳۹	مہتاب دین ولد ماہی صاحب	〃 گورداسپور
۱۱۴۰	چراغ الدین صاحب	〃 〃
۱۱۴۱	غلام محمد صاحب	〃 امرتسر
۱۱۴۲	علم دین صاحب	〃 لائلپور
۱۱۴۳	سردار محمد صاحب	〃 〃
۱۱۴۴	رحیم بی بی والدہ علم دین صاحب	〃 〃
۱۱۴۵	طالعہ بی بی اہلیہ سردار	〃 〃
۱۱۴۶	سردار بی بی اہلیہ علم دین	〃 〃
۱۱۴۷	خدا بخش صاحب	〃 〃
۱۱۴۸	فیروز دین صاحب	〃 شیخوپورہ
۱۱۴۹	محمد اکبر خاں صاحب	راولپنڈی
۱۱۵۰	محمد شریف صاحب	معرفت غلام علی صاحب [illegible]
۱۱۵۱	غلام نبی صاحب	〃
۱۱۵۲	غامی صاحب	〃
۱۱۵۳	عبد اللہ صاحب	〃
۱۱۵۴	غلام محمد صاحب	〃
۱۱۵۵	علی محمد صاحب	〃
۱۱۵۶	میر دین عرف میدہ	〃
۱۱۵۷	امام الدین صاحب سفید پوش	〃
۱۱۵۸	محمد حسین ولد غلام جیلانی ذیلدار	〃
۱۱۵۹	عبد الرحمٰن صاحب	ضلع مظفرگڑھ
۱۱۶۰	منور خان صاحب	ضلع آگرہ
۱۱۶۱	بیدھا صاحب	〃 〃
۱۱۶۲	بھولا صاحب	〃 〃
۱۱۶۳	رنگو صاحب	〃 〃
۱۱۶۴	نذیر احمد صاحب	〃 〃
۱۱۶۵	علم دین ولد محمدی صاحب	〃 کانگڑہ
۱۱۶۶	رحمت بی بی صاحبہ	〃 سیالکوٹ
۱۱۶۷	حبیب الرحمٰن صاحب	〃 پشاور
۱۱۶۸	عبد العزیز صاحب	تحصیل سرگودھا
۱۱۶۹	رحمت اللہ صاحب	ضلع جالندھر
۱۱۷۰	محمد سعید صاحب	〃 کٹک
۱۱۷۱	علی محمد صاحب	〃 کرنال
۱۱۷۲	حاکم بی بی بیوہ کریم بخش صاحب	سرگودھا
۱۱۷۳	برکت بی بی زوجہ محمد شفیع صاحب	〃
۱۱۷۴	مسٹر غلام مصطفٰے صاحب	انبالہ چھاؤنی
۱۱۷۵	محمد عیسٰے خان صاحب	ڈیرہ غازیخاں
۱۱۷۶	حقہ خاتون صاحبہ	بہار
۱۱۷۷	عمر دین صاحب	ضلع گورداسپور
۱۱۷۸	حسن بی بی	〃 گجرات
۱۱۷۹	مشو ولد قطب دین صاحب	〃 〃
۱۱۸۰	محمد مکرم علی صاحب	کیرنگ اڑیسہ
۱۱۸۱	مسماۃ پٹھانی اہلیہ میاں غلام حسن صاحب	〃 جہلم
۱۱۸۲	شریفن بی بی اہلیہ عبد الرحیم خان صاحب	〃 ہوشیارپور
۱۱۸۳	حبیب الرحمٰن ولد عبد الرحمٰن خان صاحب	〃 〃
۱۱۸۴	فضل بی بی دختر کاکا	〃 〃
۱۱۸۵	بابو صاحب ولد بوٹا	〃 〃
۱۱۸۶	چوہدری فرزند علی صاحب	ضلع لائلپور
۱۱۸۷	عبد الحق صاحب	〃 〃
۱۱۸۸	عبد المجید صاحب	〃 〃
۱۱۸۹	نعمت بی بی	〃 〃
۱۱۹۰	فضل بی بی زوجہ چوہدری علی شیر	〃 〃
۱۱۹۱	ہاجرہ بی بی بنت چوہدری فرزند علی صاحب	〃 〃
۱۱۹۲	غلام محمد صاحب	ضلع پشاور
۱۱۹۳	بشیر الحق صاحب	ضلع گورداسپور
۱۱۹۴	نصیب علی صاحب	کپورتھلہ سٹیٹ
۱۱۹۵	دین محمد صاحب	ضلع گورداسپور
۱۱۹۶	ظفر اللہ خان صاحب	کوئٹہ
۱۱۹۷	محمد علی صاحب۔	ضلع پشاور
۱۱۹۸	فیض احمد صاحب	〃 〃
۱۱۹۹	محمد ابراہیم صاحب	〃 ہوشیارپور
۱۲۰۰	زینب بی بی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مصاحب خان صاحب	〃 〃
۱۲۰۱	خوشحال خان صاحب	ضلع ہزارہ
۱۲۰۲	شیخ لطیف احمد صاحب	〃 پشاور
۱۲۰۳	سید عبد اللہ سوداگر صاحب حیدرآباد دکن	
۱۲۰۴	سید فتح اللہ صاحب سوداگر	〃 〃
۱۲۰۵	عبد الحکیم صاحب	〃 〃
۱۲۰۶	نصر الدین صاحب ضلع ٹپرا بنگال	
۱۲۰۷	شیر خان صاحب	ضلع آگرہ
۱۲۰۸	چوہدری رسول بخش ولد پیر بخش صاحب	〃 سیالکوٹ
۱۲۰۹	حسن بی بی زوجہ شیخ علی بخش صاحب	〃 〃
۱۲۱۰	عنایت اللہ ولد مہر دین صاحب	〃 〃
۱۲۱۱	رحمت اللہ ولد مہر دین صاحب	〃 〃
۱۲۱۲	اللہ بخش ولد پیر اندتا صاحب	〃 〃
۱۲۱۳	سمند خاں صاحب	لاہور
۱۲۱۴	محمد اقبال صاحب	چھاؤنی ملتان
۱۲۱۵	محمد شفیع ولد امام الدین	ضلع سیالکوٹ
۱۲۱۶	غلام حسین ولد احمد دین	〃 شیخوپورہ
۱۲۱۷	نور بیگم اہلیہ غلام حسین صاحب مذکور	
۱۲۱۸	محمد صلح سابق مسٹر ایم۔آر۔ سٹیشن ماسٹر	گجرات
۱۲۱۹	عزیز بیگم اہلیہ سردار محمد صاحب	ضلع گورداسپور
۱۲۲۰	نور حسین صاحب	وزیرآباد
۱۲۲۱	ڈاکٹر سروان خان صاحب حکیم حسیم	ضلع سیالکوٹ
۱۲۲۲	مختار بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۲۳	حسین بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۲۴	ناظر حسین صاحب	〃 〃
۱۲۲۵	نسیمہ بی بی صاحبہ	〃 〃
۱۲۲۶	مبارک علی صاحب	〃 〃
۱۲۲۷	عبد الحق صاحب	〃 〃
۱۲۲۸	عبد الرزاق صاحب	〃 〃
۱۲۲۹	صادق حسین صاحب	〃 〃
۱۲۳۰	نواب دین ولد رحیم بخش صاحب	〃 〃
۱۲۳۱	محمد رمضان صاحب	〃 گورداسپور
۱۲۳۲	فضل الدین صاحب	〃 〃
۱۲۳۳	شکر دین صاحب	〃 〃
۱۲۳۴	عبد الرزاق صاحب	〃 رہتک
۱۲۳۵	سرور خان صاحب	برما
۱۲۳۶	برکت بی بی بنت حاکم دین صاحب	ضلع سیالکوٹ
۱۲۳۷	مسماۃ لکھی ملکانہ	ضلع آگرہ
۱۲۳۸	مسماۃ حسین بی بی بیوہ میاں محمد یوسف صاحب مرحوم۔ ضلع گجرات پنجاب	
۱۲۳۹	شیخ احمد صاحب	
۱۲۴۰	نباتی خان صاحب	
۱۲۴۱	محمد دین صاحب	ضلع گورداسپور
۱۲۴۲	امام الدین صاحب	〃 〃
۱۲۴۳	ابراہیم ولد عبد اللہ گھمار	ضلع سیالکوٹ

(باقی آئندہ)

53

گھر میں ایک طبی رسالے کی ضرورت ہے
مشیر الاطباء
ہندوستان کا بہترین اور باتصویر رسالہ
اس کا رعایتی چندہ عہ سالانہ ہے نمونہ مفت طلب کریں
شباب کا اعادہ اور بقا کی بہترین مجموعہ
شباب کا راز
منور مطالعہ کیجئے۔ یہ تندرستوں اور مریضوں کیلئے یکساں مفید ہے۔ ذیل کے پتہ سے مفت طلب کریں
ناظم دفتر مشیر الاطباء و چشمہ زندگی نیلا گنبد لاہور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

۱۴ر نومبر کو جواہر لال ڈے ہندوستان کے مختلف حصّوں میں منایا گیا۔ دہلی میں ۸ ۲۱ لاہور میں ۲۲ اور امرت سر میں ایک گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ امرت سر میں پولیس نے لاٹھی چلائی۔ لاہور میں جلسہ کا تمام سامان ضبط کر لیا گیا ؛

لدھیانہ ۱۵ر نومبر۔ کچھ عرصہ ہُوا۔ یہاں سے کچھ بم پکڑے گئے تھے۔ اور اس سلسلہ میں پانچ آدمیوں کو عدالت میں پیش کیا گیا تھا آج سیشن جج لدھیانہ نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ تین ہندو ملزم بری کر دیئے گئے۔ اور ایک مسلمان کو ۱۴ سال قید سخت کی سزا کا حکم سنا دیا گیا۔ پانچواں ملزم جو سرکاری گواہ بن گیا تھا۔ رہا کر دیا گیا ؛

امرت سر۔ ۱۶ر نومبر۔ معلوم ہُوا ہے۔ کہ پولیس کو ایک سازش کا سراغ ملا ہے۔ اور امرت سر کے نزدیک ہی تین میل کے فاصلہ پر کچھ مصالحہ اور بارود تیزاب وغیرہ ملا۔ اس کے سلسلے میں پولیس نے رات کو پانچ چھ جگہ تلاشیاں لیں اور گرفتاریاں بھی کی ہیں؛

امرت سر۔ ۱۶ر نومبر۔ پنجاب سی۔ آئی۔ ڈی لاہور کے سپیشل سٹاف متعینہ امرت سر نے گذشتہ رات شہر کے مختلف مقامات پر چار مکانوں پر چھاپے مارے۔ اور خانہ تلاشیاں لیں۔ اور انقلاب پسند بمعہ ریوالوروں کے گرفتار کر لئے۔ اور نیز کارتوسوں کی ایک بڑی تعداد پکڑی۔ ان گرفتار شدگان میں سے کئی ایک کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ لاہور سازش کیس کے مفرور ملزم ہیں ؛

دہلی ۱۵ر نومبر کل پولیس نے ہندوستان ٹائمز بیچ اور جواہر پریس میں چھاپہ مارا۔ ایڈیٹر اور جنرل مینجر ہندوستان ٹائمز کی جائے رہائشوں کی بھی تلاشی لی۔ بعض پروف اٹھا لے گئی۔ جواہر پریس سے بہت سی کتابیں نیز بہت سے ٹائپ بھی اٹھا لے گئی ؛

نیو یارک ۱۴ر نومبر۔ پیرو میں فسادات کے نتیجہ میں ۶ آدمی ہلاک اور ۵۰ مجروح ہو گئے ہیں۔ اور یہ نقصان فسادات کے ۲۴ گھنٹوں کے دوران میں وقوع پذیر ہوئے۔ شہر میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہے ؛

تنگھائی ۱۵ر نومبر۔ بیس ہزار سُرخ لٹیروں نے کچھ مرد و زنانہ پادریوں کو گرفتار کر لیا۔ مگر گورنمنٹ کی افواج نے انہیں نکال باہر کیا۔ اور وہ سرحد کیانگی ٹونکن کی طرف پسپا ہو گئے۔ انہوں نے شہر سن یوجا اجاڑا۔ اور وہاں دو ہزار عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کر کے دو ہزار مکانات کو آگ لگا دی۔ اور پانچ ہزار باشندگان کو یرغمال میں پکڑ کر لے گئے ؛

پشاور ۱۴ر نومبر۔ چار پکٹر جن میں سے دو ہندو اور دو مسلمان ہیں۔ آج شہر میں گرفتار کر لئے گئے۔ کابلی دروازہ اور قصہ خوانی بازار کو جانے والے دوسرے راستے بھی بند کر دیئے گئے۔

چکاگو ۱۵ر نومبر۔ لٹیروں کے بادشاہ ال کیپون نے چکاگو کے ڈاکو بیروزگاروں کے لئے وسیع پیمانہ پر مفت کا لنگر جاری کر دیا ہے۔ وہاں سے گیارہ سو ڈاکوؤں کو روزانہ تین وقت مفت خوراک ملتی ہے۔ جس میں قہوہ شوربا وغیرہ بھی ہوتا ہے۔

حیدرآباد سندھ۔ ۱۵ر نومبر۔ سرکاری وکیل نے مجسٹریٹ سکھر کے اس حکم کے خلاف جس میں ایک عورت کے قتل کے الزام سے پیر ٹیکاڑی کو بری کر دیا گیا تھا۔ جو درخواست نگرانی سیشن کورٹ میں دے رکھی تھی وہ واپس لے لی ہے۔ ملزم کے خلاف سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں جو دو دیگر مقدمات دائر تھے۔ وہ بھی واپس لے لئے گئے ہیں ؛

پٹنہ ۱۴ر نومبر۔ گورنمنٹ بہار و اڑیسہ نے پٹنہ شہر کی میونسپلٹی کو دو سال کے لئے معطل کر دیا ہے۔ سرکاری اعلان میں درج ہے کہ میونسپل کمشنروں کے ذمہ جو فرائض عائد کئے گئے تھے۔ انہیں بوجہ احسن سر انجام نہیں دیا گیا ؛ ایک سرکاری افسر کمیٹی کی جگہ کام کرے گا۔

سر رابندرناتھ ٹیگور نے سپیکٹیٹر میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں گاندھی جی کی عدم شرکت کے متعلق لکھا ہے۔ گاندھی جی کی شان کے یہ شایاں تھا۔ کہ خواہ گورنمنٹ نے ان کی تمام شرطیں تسلیم نہیں کی تھیں۔ تو بھی وہ اس کانفرنس میں ضرور شریک ہوتے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے۔ کہ اس قسم کا موقعہ کھو دیا گیا ہے ؛

لکھنؤ سے ایک برقی پیغام موصول ہُوا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ آج صبح انگلستان کی اطلاعات سے سخت بے چینی پیدا ہو گئی۔ کہ مسلمان مندوبین کو قرارداد دہلی سے باز رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے حضرت امام جماعت احمدیہ اور پنجاب خلافت کمیٹی کی طرف سے بھی صاحب صدر کے نام تار موصول ہوئے۔ لیکن اس سے پیشتر ہی سر آغا خاں کے نام مسلم کانفرنس کی طرف سے مندرجہ ذیل مضمون کا برقی پیغام ارسال کیا جا چکا تھا۔ "مسلم کانفرنس اخبارات کے ان پیغامات سے سخت مضطرب ہو رہی ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے مطالبات میں ترمیم کر دی ہے۔ صحیح حالات سے آگاہ کریں۔ اور گفت و شنید سے مسلسل مطلع فرماتے رہیں"۔ آج صبح ہز ہائی نس کا حسب ذیل تار موصول ہُوا "گمراہ کن افواہوں پر ہرگز یقین نہ کرو۔ مسلمان نمائندے متحد ہیں۔ اور اہم ترین مفاد کی حفاظت کی جا رہی ہے"؛

لنڈن ۱۴ر نومبر۔ خلاف توقع آج کا اجلاس بغیر کسی ہنگامہ آرائی کے تین گھنٹہ تک جاری رہا۔ مسٹر جیکر کی یادداشت پیش ہوئی۔ طویل مباحثہ کے بعد علیحدگی سندھ اور صوبہ سرحد میں نفاذ اصلاحات کے متعلق سفارشات منظور ہو گئیں۔

نیو دہلی ۱۵ر نومبر۔ سر عبدالرحیم کے اسمبلی میں اور مسٹر محمود سہروردی کے کونسل آف سٹیٹ میں انتخاب کے ناجائز ہونے کے متعلق جو انتخابی درخواستیں دی گئی تھیں۔ اس کے سلسلہ میں تحقیقات کئے جانے کا حکم صادر ہو گیا ہے ؛

لکھنؤ ۱۵ر نومبر۔ آج ۸½ بجے صبح آل انڈیا مسلم کانفرنس کے صدر منتخب نواب محمد اسمٰعیل خاں (میرٹھ) یہاں وارد ہوئے۔ مقامی مسلم اکابر اور کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے ارکان نے ان کا پُر جوش خیر مقدم کیا۔ سٹیشن سے ان کا ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ کانفرنس کا پہلا اجلاس بارہ دری کی تاریخی عمارت واقع قیصر باغ میں منعقد ہُوا۔ جس کے آغاز میں قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ تمام صوبوں سے کثیر التعداد مندوبین شریک ہوئے۔ صدر مجلس استقبالیہ نے اُردو میں خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ جس میں بیان کیا۔ کہ ملک معظم کی آئندہ حکومت میں ہر قوم کے حصے کا تصفیہ اس مسئلے سے زیادہ ضروری ہے۔ کہ آیا اسے درجہ نو آبادیات دیا جائے یا ذمہ دار حکومت خود اختیاری عطا کی جائے۔ اس کے بعد نواب محمد اسمٰعیل خاں نے اپنا خطبہ صدارت سنایا۔ جس میں بتایا۔ کہ کانفرنس کے پہلے اجلاس دہلی کی قرارداد اس کانفرنس کا بنیادی مسلک ہے۔ یہ کانفرنس بلاشبہ مسلمانانِ ہند کا یہ مسلمہ و مصدقہ اعلان پیش کرتی ہے۔ کہ وہ ہندوستان کا آئندہ دستور اساسی کن اصولوں پر مبنی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور کن تحفظات کے آرزومند ہیں۔ ۱۷ر نومبر کو بعد دوپہر کانفرنس کا دوسرا اجلاس ہُوا۔ سید ظہور احمد نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔ یہ کانفرنس اس قرارداد کی مزید تصدیق و تائید کرتی ہے۔ جو آل انڈیا مسلم کانفرنس نے یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو اجلاس دہلی میں منظور کی تھی۔ اور امید ظاہر کرتی ہے۔ کہ مسلم مندوبین اس قرارداد پر قائم رہیں گے اگر مسلم مندوبین نے لندن میں کوئی ایسا آئین منظور کیا۔ جس میں مذکورہ بالا قرارداد کے مطالبات پورے نہ کئے گئے۔ تو مسلمانان ہند اسے ہرگز قبول نہیں کرینگے۔ مختلف تقریروں کے بعد قرارداد پاس ہو گئی۔

پشاور ۱۷ر نومبر۔ افریدی جرگہ حکومت کے ساتھ تصفیے کی آخری شرائط پر بحث و تمحیص کرنے کے لئے جمرود پہنچ گیا ہے ؛

لاہور ۱۷ر نومبر۔ آج مقدمہ سازش لاہور جدید کے ملزمین کا ریمانڈ ختم ہونے والا تھا۔ اس لئے انہیں مزید مہلت تفتیش کے لئے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا استغاثہ کی طرف سے درخواست کی گئی۔ کہ ملزمین کو مزید چودہ روز کے لئے ریمانڈ دیا جائے۔ کہ ابھی تک تفتیش غیر مکمل ہے۔ عدالت نے کہا۔ کہ میں چودہ روز کا ریمانڈ نہیں دے سکتا۔ میں تین روز تک ریمانڈ دے سکتا ہوں۔ لہذا ملزمین کو ۲۱ر نومبر تک ریمانڈ دیا گیا۔ اور پولیس کو ہدایت کی گئی۔ کہ وہ ۲۱ر نومبر تک چالان پیش کرے۔

لنڈن ۱۷ر نومبر۔ آج گول میز کانفرنس کا کام شروع ہو گیا۔ قصر سینٹ جیمز میں اجلاس شروع ہوتے ہی دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک پارٹی لائحہ عمل پر بحث کرتی تھی۔ اور دوسری اس مسئلہ پر اہم اور عام بحث شروع کرنا چاہتی تھی۔ کہ ہندوستان کا دستور اساسی وحدتی نظام پر قائم ہو یا ترکیبی نظام پر۔ اس وقت تک یہ فیصلہ نہیں ہُوا۔ کہ اجلاس پبلک ہوگا یا پرائیویٹ ؛

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)